مصنف

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

قدیمی کتب خانہ

مقابل آرام باغ ۔ کراچی ۱

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد للہ الذی شرع لنا اتباع الکتاب والسنۃ دیناو سبیلا ووضع لشرحہما تفقہ العلماء واجماع الامۃ معینا و دلیلا والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ النبی الامی الذی جعل السؤال شفاء لمن کان بداء العی علیلا وانذر من کتم علماً سئل عنہ اخذا وبیلا۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ علیہ وعلی جمیع اخوانہ من الانبیاء وعلیٰ الہ وصحبہ الاصفیاء وورثۃ من العلماء والاولیاء صلوٰۃً سلامًا ابداً طویلاً۔ اما بعد!

سببِ تالیف رسالہ:

اس زمانہ کے فتنِ عظیمہ میں سے ایک فتنہ اختلاف مسئلہ تقلید و اجتہاد کا ہے جس میں حد سے زیادہ مختلفین افراط و تفریط کر رہے ہیں۔ ایک اجتہاد و قیاس کو مجتہدین کے لئے اور تقلید کو مقلدین کے لئے حرام بلکہ کفر و شرک بتلا رہا ہے۔ دوسرا تقلید کو حرام کہہ کر اجتہاد کو سب کے لئے جائز بتا رہا ہے۔ تیسرا قیاس کے جواز کو اہل کے ساتھ خاص مان کر اور عوام کے لئے تقلید کی اجازت دے کر تقلید شخصی سے بالخصوص امام ابوحنیفہؒ کی تقلید سے اُن کو مخالف حدیث سمجھ کر نفرت دلا رہا ہے۔ چوتھا تقلید شخصی کے وجوب میں رنگ لا رہا ہے۔ پانچواں قائس و مجتہد کے مقابلہ میں غایت جمود و تعصب سے آیات و حدیث کے ساتھ رد اور گستاخی سے پیش آ رہا ہے۔ غرض

جس کو دیکھو ایک نیا افسانہ سُنارہا ہے اور اس غلو کے سبب باہم بغض و عداوت سے کام لیا جاتا ہے اور شتم و غیبت کو طاعت و عبادت اعتقاد کیا جاتا ہے۔ علمائے اہلِ حق ہمیشہ اس فتنہ کی تسکین کے لئے تقریریں اور تحریریں ارشاد فرماتے رہے اور لوگوں کو صراطِ مستقیم بین الافراط والتفریط پر لاتے رہے اور اس وجہ سے اس باب میں کسی تالیف جدید کی حاجت نہ تھی لیکن عادت مستمرہ مسلمہ ہے کہ ہر زمان اور مکان میں طبائع کا ایک خاص مذاق اور مقتضا ہوتا ہے اور اسی طرز کے مناسب تعلیم زیادہ نافع ہوتی ہے چونکہ طبائع موجودہ کے اعتبار سے اس مسئلہ کی تحقیق نقلی طور پر آثار و سنن سے کرنے میں نفع زیادہ متوقع پایا اس لئے چند اوراق لکھنے کو جی چاہا۔ کیا عجب ہے کہ کوئی طالب انصاف اپنے اعتساف کو چھوڑ کر طریق وسط پر آجائے اور کاتب اس خیر پر دلالت کرنے کے سبب ورنہ کم از کم اظہار حق کی برکت سے بخشا جائے۔ باقی بحث و مباحثہ اپنا مسلک نہیں قل کل یعمل علی شاکلتہ فربکم اعلم بمن ھو اھدی سبیلا

رسالہ ہذا مسمیٰ بہ "اقتصاد فی التقلید والاجتہاد" مشتمل ہے ایک مقدمہ اور سات مقصد اور ایک خاتمہ پر۔

مُقدّمہ

اس میں چند امور پر تنبیہ ہے۔

نمبر ۱: مقصود اس رسالہ سے نہ بحث و مباحثہ ہے نہ کسی کا ردّ و ابطال، کیونکہ سوال و جواب کا کہیں انتہا نہیں اور اسکات محض کسی کا ممکن نہیں صرف

مقصود یہ ہے کہ جو لوگ اس باب میں تردد کی حالت میں ہیں اور کسی جانب کی ترجیح سے خالی الذہن ہیں ان کو اطمینان و شفا ہو جائے اور جو علمائے ربانی یا اُن کے پیرووں پر زبان درازی کرتے ہیں وہ ان کے حق پر ہونے کے احتمال سے اپنی زبان کو روک لیں۔

نمبر۲: اسی لیے اس کی عبارت و طرز بیان کو اپنی حد امکان تک بہت سلیس اور سہل کیا گیا ہے کہ عوام اور کم علم جو تردد میں زیادہ مبتلا ہیں وہ مستفید ہو سکیں۔ لیکن اگر کوئی مضمون ہی دقیق ہوا یا کسی اصطلاحی لفظ کا مختصر اور سہل ترجمہ نہیں ممکن ہوا تو معذوری ہے ایسے مقام کو کسی طالب علم سے سمجھ لیا جائے۔

نمبر۳: اس میں ہر دعویٰ کو حدیث سے ثابت کیا گیا ہے اور ساتھ ہی کتاب و صفحہ کا حوالہ دیا گیا ہے اور ہر حدیث کا اردو ترجمہ بھی لکھ دیا گیا ہے۔ البتہ کسی حدیث کی توضیح و تائید میں یا کہیں دوسری جانب کسی عالم کے قول سے سند لی گئی تھی تو اس قول کے جواب میں علماء معتبرین محققین کے اقوال بھی کہیں آ گئے ہیں۔

نمبر۴: اگر اثنائے مطالعہ رسالہ میں کوئی شبہ واقع ہو تو اس کو خواہ یاد سے یا لکھ کر محفوظ رکھا جاوے اول تو امید ہے کہ کہیں نہ کہیں رسالہ ہی میں اس کا جواب ہوگا ورنہ دریافت کر کے اطمینان کر لیا جائے۔

نمبر۵: چونکہ مقصود تحریر رسالہ کا اوپر معروض ہو چکا لہٰذا اگر اس پر کوئی سوال وارد کیا جائے گا۔ اگر طرز سوال سے مظنون ہوا کہ دفع تردد مقصود ہے انشاء اللہ جواب دیا جاوے گا ورنہ سکوت اختیار کیا جاوے گا۔

مقصد اول: حکم غیر منصوص یا منصوص محتمل وجوہ مختلفہ میں مجتہد کے لئے اجتہاد اور غیر مجتہد کے لئے تقلید جائز ہے اور تقلید کے معنی۔

مقصد دوم۲ : اجتہاد سے جس طرح حکم کا استنباط جائز ہے اسی طرح اجتہاد سے حدیث کو معلل سمجھ کر مقتضائے علت پر عمل کرنا یا احد الوجوہ پر محمول کرنا یا مطلق کو مقید کر لینا اور ظاہر الفاظ پر عمل نہ کرنا حدیث کی مخالفت یا ترک نہیں اس لئے ایسا اجتہاد بھی جائز اور ایسے اجتہاد کی تقلید بھی جائز ہے۔

مقصد سوم۳ : جس شخص کو قوتِ اجتہادیہ حاصل نہ ہو گو وہ حافظِ حدیث ہو اس کو اجتہاد کرنے کی اجازت نہیں۔ پس صرف جمع احادیث سے قابلِ تقلید ہونا ضرور نہیں اور قوت اجتہاد کے معنی۔

مقصد چہارم۴ : تقلید شخصی ثابت ہے اور تقلیدِ شخصی کے معنی۔

مقصد پنجم۵ : اس زمانہ میں تقلیدِ شخصی ضروری ہے اور اس کے ضروری ہونے کے معنی۔

مقصد ششم۶ : بعض شبہات کثیرۃ العروض کا جواب۔

مقصد ہفتم۷ : جس طرح تقلید کا انکار قابل ملامت ہے اسی طرح اس میں غلو و جمود بھی موجب مذمت ہے اور تعیین طریق حق کی۔

خاتمہ : بعض مسائل فرعیہ حنفیہ کے دلائل میں۔

مقصدِ اوّل۱

مقصد اول در جواز اجتہاد و تقلید و محل آں :

حکم غیر منصوص محتمل وجوہ مختلفہ میں، مجتہد کے لئے اجتہاد اور غیر مجتہد کے لئے تقلید جائز ہے اور تقلید کے معنی۔

حدیث اوّل۱ : عن طارق ان رجلا اجنب فلم یصل فاتی النبی صلی اللہ

علیہ وسلم فذکرلہ ذلک فقال اصبت فاجنب اٰخر فتیمم وصلی فاتاہ فقال نحو ما قال لاٰخر یعنی اصبت اخرجہ النسائی (تیسیر کلکتہ ص ۲۹۳ کتاب الطہارۃ باب سابع)

ترجمہ: طارق سے روایت ہے کہ ایک شخص کو نہانے کی حاجت ہوگئی اس نے نماز نہیں پڑھی۔ پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوا اور اس قصہ کا ذکر کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تو نے ٹھیک کیا، پھر ایک دوسرے شخص کو اسی طرح نہانے کی حاجت ہوگئی اس نے تیمم کرکے نماز پڑھ لی۔ پھر وہ آپ کے حضور میں حاضر ہوا تو آپ نے اس کو بھی ویسی ہی بات فرمائی جو ایک شخص سے فرما چکے تھے یعنی تو نے ٹھیک کیا۔ روایت کیا اس کو نسائی نے۔

ف: اس حدیث سے اجتہاد و قیاس کا جواز صاف ظاہر ہے کیوں کہ ان کو اگر نص کی اطلاع ہوتی تو پھر عمل کے سوال کرنے کی ضرورت نہ تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ دونوں نے اپنے اجتہاد و قیاس پر عمل کرکے اطلاع دی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کی تحسین و تصویب فرمائی اور مسلّم ہے کہ حضرت شارع علیہ السلام کی تقریر یعنی کسی امر کو سن کر رد و انکار نہ فرمانا بالخصوص تصریحاً اس کی مشروعیت کا اثبات فرمانا دلیل شرعی ہے اس امر کی صحت پر۔ پس ثابت ہوگیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں صحابہ نے قیاس کیا اور آپ نے اس کو جائز رکھا۔ پس جواز قیاس میں کچھ شبہ نہ رہا۔

تنبیہ: دونوں کو یہ فرمانا کہ ٹھیک کیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ دونوں کو ثواب

ملا اور یہ مطلب نہیں کہ اب بعد ظاہر ہونے حکم کے بھی ہر ایک کو اختیار ہے چاہے تیمم کرے اور چاہے نہ کرے اور خواہ نماز پڑھے خواہ نہ پڑھے۔

حدیث دوم: عن عمرو بن العاص قال احتلمت فی لیلۃ باردۃ فی غزوۃ ذات السلاسل فاشفقت ان اغتسلت ان اھلک فتیممت ثم صلیت باصحابی الصبح فذکروا ذلک للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا عمرو صلیت باصحابک وانت جنب فاخبرتہ بالذی منعنی من الاغتسال وقلت انی سمعت اللہ عزوجل یقول ولا تقتلوا انفسکم ان اللہ کان بکم رحیما فضحک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولم یقل شیئا اخرجہ ابوداؤد۔

(تیسیر کلکتہ ص ۲۹۳ کتاب الطہارۃ باب سابع)

ترجمہ: حضرت عمرو بن العاص رضؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھ کو غزوہ ذات السلاسل کے سفر میں ایک سردی کی رات کو احتلام ہو گیا اور مجھ کو اندیشہ ہوا کہ اگر غسل کروں گا تو شاید ہلاک ہو جاؤں گا۔ میں نے تیمم کر کے اپنے ہمراہیوں کو صبح کی نماز پڑھا دی۔ اُن لوگوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں اس قصہ کو ذکر کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے عمرو! تم نے جنابت کی حالت میں لوگوں کو نماز پڑھا دی۔ میں نے جو امر کہ مانع تھا اس کی اطلاع دی اور عرض کیا کہ میں نے حق تعالیٰ کو یہ فرماتے سُنا کہ اپنی جانوں کو قتل مت کرو۔ بے شک حق تعالیٰ تم پر مہربان ہیں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے اور کچھ نہیں فرمایا، روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

ف : یہ حدیث بھی صراحۃً جواز اجتہاد و قیاس پر دلالت کرتی ہے۔ چنانچہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے دریافت فرمانے پر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اپنی وجہ استدلال کی تقریر بھی کر دی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو جائز رکھا۔

حدیثِ سوم :

عن ابی سعید ان رجلین تیمما وصلیا ثم وجدا ماء فی الوقت فتوضاء احدھما واعاد بصلوٰۃ ما کان فی الوقت ولم یعد الاٰخر فسألا النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال للذی لم یعد اصبت السنۃ واجزأتک وقال للاٰخر انت فلک مثل سھم جمع نسائی مجتبائی صہ۔

ترجمہ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ دو شخصوں نے تیمّم کر کے نماز پڑھی، پھر وقت کے رہتے رہتے پانی مل گیا۔ سو ایک نے تو وضو کر کے نماز لوٹا لی اور دوسرے نے نماز نہیں لوٹائی۔ پھر دونوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا جس شخص نے نماز کا اعادہ نہیں کیا تھا اس سے آپ نے ارشاد فرمایا کہ تو نے سنّت کے موافق کیا اور وہ پہلی نماز تجھ کو کافی ہو گئی اور دوسرے شخص سے فرمایا کہ تجھ کو پورا حصہ ثواب کا ملا یعنی دونوں نمازوں کا ثواب ملا۔ روایت کیا اس کو نسائی نے۔

ف : ظاہر ہے کہ ان دونوں صحابیوں نے اس واقعہ میں قیاس پر عمل کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی پر ملامت نہیں فرمائی۔ البتہ ایک کا قیاس سنّت کے موافق صحیح نکلا اور دوسرے کا غیر صحیح، سو یہ عین مذہب محققین کا ہے کہ المجتہد یخطی و یصیب یعنی مجتہد کبھی صحیح نکلتا ہے کبھی خطا۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی سے یہ

نہیں فرمایا کہ تو نے قیاس پر عمل کیوں کیا۔ پس جواز قیاس کا واضح ہوگیا۔ یہ سب احادیث بالاشتراک جواز قیاس پر دلالت کرتی ہیں اور سب سے معلوم ہوتا ہے کہ نص صریح نہ ملنے کے وقت صحابہ باذن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجتہاد کرتے تھے۔

حدیث چہارم: عن الاسود بن یزید قال اتانا معاذ بالیمن معلما و امیرا فسألناہ عن رجل توفی و ترك ابنتا واختا فقضی للابنۃ بالنصف وللاخت النصف و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حی اخرجہ البخاری وھذا لفظہ وابوداؤد۔ (تیسیر کلکتہ صفحہ ۳۷۹ کتاب الفرائض فصل ثانی)

ترجمہ: اسود بن یزید سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ ہمارے یہاں تعلیم کنندہ احکام دین اور حاکم بن کر آئے ہم نے ان سے یہ مسئلہ پوچھا کہ ایک شخص مرگیا اور اس نے ایک بیٹی اور ایک بہن وارث چھوڑی۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے نصف کا بیٹی کے لئے اور نصف کا بہن کے لئے حکم فرمایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت زندہ تھے روایت کیا اس کو بخاری اور ابوداؤد نے اور یہ الفاظ بخاری کے ہیں

ف اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ مبارک میں تقلید جاری تھی کیونکہ تقلید کہتے ہیں کسی کا قول محض اس حسن ظن پر مان لینا کہ یہ دلیل کے موافق بتلا دے گا اور اس سے دلیل کی تحقیق نہ کرنا۔ سو قصۂ مذکورہ میں گو یہ جواب قیاسی نہیں اور اس وجہ سے ہم نے اس سے جواز قیاس پر استدلال نہیں کیا لیکن سائل نے تو دلیل دریافت نہیں کی اور محض ان کے تدین کے اعتماد پر قبول کرلیا اور یہی تقلید ہے اور یہ حضرت معاذ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھیجے ہوئے ہیں۔ پھر اس جواب کے اتباع پر جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں تھا نہ حضور سے انکار ثابت نہ کسی سے

اختلاف اور رد منقول۔ پس اس سے جواز تقلید کا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں اس کا بلا نکیر شائع ہونا ثابت ہوگیا۔

حدیث پنجم: عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من افتی بغیر علم کان اثمہ علی من افتاہ الحدیث رواہ ابوداؤد

مشکوٰۃ انصاری ص۳۵

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص کو بے تحقیق کوئی فتویٰ دے دے تو اس کا گناہ اس فتویٰ دینے والے کو ہوگا۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

ف: دیکھئے اگر تقلید جائز نہ ہوتی اور کسی کے فتویٰ پر بدوں معرفت دلیل کے عمل جائز نہ ہوتا جو حاصل ہے تقلید کا تو گناہگار ہونے میں مفتی کی کیا تخصیص تھی؟ جیسا سیاق کلام سے مفہوم ہوتا ہے، بلکہ جس طرح مفتی کو غلط فتویٰ بتانے کا گناہ ہوتا ہے اسی طرح سائل کو دلیل تحقیق نہ کرنے کا گناہ ہوتا۔ پس جب شارع علیہ السلام نے سائل کو باوجود تحقیق دلیل نہ کرنے کے عاصی نہیں ٹھہرایا تو جواز تقلید یقیناً ثابت ہوگا۔ آگے صحابہ کا تعامل دیکھئے۔

حدیث ششم: عن سالم قال سئل ابن عمر عن رجل یکون لہ الدین علی رجل الی اجل فیضع عنہ صاحب الحق لیعجل الدین فکرہ ذلک و نھی عنہ اخرجہ مالک۔ (تیسیر کانپور ص۲۳ کتاب البیع باب رابع فرع فی الخیار)

ترجمہ: حضرت سالم سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمر سے یہ مسئلہ پوچھا گیا کہ کسی شخص کا دوسرے شخص پر کچھ دین میعادی واجب ہے اور صاحب حق اس میں سے کسی قدر اس شرط سے معاف کرتا ہے کہ وہ قبل از میعاد اس کا دین دے دے آپ نے اس کو ناپسند

کیا اور منع فرمایا روایت کیا اس کو مالک نے۔

ف: چونکہ اس مسئلہ جزئیہ میں کوئی حدیث مرفوع صریح منقول نہیں اس لئے یہ ابن عمر کا قیاس ہے اور چونکہ سائل نے دلیل نہیں پوچھی اس لئے اس کا قبول کرنا تقلید ہے اور حضرت ابن عمر کا دلیل بیان نہ کرنا خود تقلید کو جائز رکھتا ہے۔ پس ابن عمر کے فعل سے قیاس و تقلید دونوں کا جواز ثابت ہو گیا جیسا کہ ظاہر ہے۔

حدیث ہفتم: عن مالك انه بلغه ان عمر رضی الله عنه سئل فی رجل اسلف طعاما علی ان یعطیه ایاه فی بلد اخر فکره ذالك عمر وقال فاین کراء الحمل۔ (تیسیر کلکته ص ۳۲ کتاب البیع باب سابع)

ترجمہ: امام مالک سے مروی ہے کہ ان کو یہ خبر پہنچی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ایک شخص کے مقدمہ میں دریافت کیا گیا کہ اس نے کچھ غلہ اس شرط کسی کو قرض دیا کہ وہ شخص اس کو دوسرے شہر میں ادا کرے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو ناپسند کیا اور فرمایا

کہ کرایہ بار برداری کا کہاں گیا۔

ف: چونکہ اس مسئلہ جزئیہ میں بھی کوئی حدیث مرفوع صریح مروی نہیں لہذا یہ جواب قیاس سے تھا اور چونکہ جواب کا ماخذ نہ آپ نے بیان فرمایا نہ سائل نے پوچھا بدون دریافت دلیل کے قبول کر لیا یہ تقلید ہے جیسا کہ اس سے اوپر کی حدیث کے ذیل میں بیان کیا گیا۔ پس دونوں کا جواز حضرت عمر کے عمل سے بھی ثابت ہو گیا۔

حدیث ہشتم: عن سلیمان بن یسار ان ابا ایوب الانصاری خرج حاجا حتی اذا کان بالبادیة من طریق مکة اضل رواحله وانه قدم علی عمر بن الخطاب یوم النحر فذکر ذالك له فقال اصنع ما یصنع

المعتمر ثم قد حللت فاذا ادرکك الحج قابلا فاحج واهد ما استیسر من الهدی اخرجه مالك (تیسیر کلکتہ ص۱۳۱ کتاب الحج باب حادی عشر فصل ثالث)

ترجمہ۔ سلیمان بن یسار سے روایت ہے کہ حضرت ابو ایوب انصاری حج کے لئے نکلے جس وقت مکہ کی راہ میں جنگل میں پہنچے تو اونٹنیاں کھو بیٹھے اور یوم النحر میں جبکہ حج ہو چکا تھا حضرت عمرؓ کے پاس آئے اور یہ سارا قصہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا جو عمرہ والا کیا کرتا ہے اب تم بھی وہی کرو، پھر تمہارا احرام کھل جاوے گا پھر جب سال آئندہ حج کا زمانہ آوے تو حج کرو اور جو کچھ میسّر ہو قربانی ذبح کرو۔ روایت کیا اس کو مالک نے۔

ف۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو صحابہ اجتہاد نہ کر سکتے تھے وہ مجتہدین صحابہ کی تقلید کرتے تھے کیونکہ حضرت ابو ایوب انصاری بھی صحابی ہیں اور انہوں نے حضرت عمرؓ سے دلیل فتویٰ کی نہیں پوچھی۔ اب تابعین کی روایت تقلید سنیئے۔

حدیث نہم ۹ عن جابر بن زید وعکرمة انهما کانا یکرهان البسر وحده و یاخذان ذلك عن ابن عباس اخرجه ابو داؤد۔

(تیسیر کلکتہ ص۲۰۰ کتاب الشراب باب ثانی فصل رابع)

ترجمہ۔ جابر بن زید اور عکرمہ سے روایت ہے کہ دونوں صاحب (خیساندہ کے لئے) خرمائے نیم پختہ کو ناپسند کرتے اور اس فتویٰ کو حضرت ابن عباسؓ سے اخذ کرتے تھے۔

ف۔ صرف ابن عباس کے قول سے احتجاج کرنا تقلید ہے۔

حدیث دہم ۱۰ عن عبید بن ابی صالح قال بعت برا من اهل دار نخلة الی اجل فاردت الخروج الی الکوفة فعرضوا علی ان اضع لهم وینقدونی فسالت زید بن ثابت فقال لا امرك ان تفعله ولا ان تاکل هذا او توکله اخرجه مالك۔ (تیسیر کلکتہ ص۳۳ کتاب البیع باب رابع فروع فی البیوع ان)

ترجمہ ۔ عبید بن ابو صالح سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے دار نخلہ والوں کے ہاتھ کچھ گیہوں فروخت کئے اور داموں کے لئے ایک میعاد دیدی۔ پھر میں نے کوفہ جانا چاہا تو ان لوگوں نے مجھ سے اس بات کی درخواست کی کہ میں ان کو کچھ دام چھوڑ دوں۔ اور وہ لوگ مجھ کو نقد گن دیں۔ میں نے حضرت زید بن ثابت رضؓ سے سوال کیا انہوں نے فرمایا کہ نہ میں اس فعل کی تم کو اجازت دیتا ہوں اور نہ اس کے کھانے کی اور نہ اس کے کھلانے کی۔ روایت کیا اس کو مالک نے۔

ف ۔ اس واقعہ میں بھی حضرت عبید بن ابی صالح نے حضرت زید بن ثابت رضؓ سے مسئلہ کی دلیل نہیں پوچھی یہی تقلید ہے اور صحابہ اور تابعین سے اس قسم کے آثار اسی طرح خود جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں روایات استفتاء وافتاء بلا نقل و دلیل کے باہم صحابہ میں یا تابعین و صحابہ میں اس کثرت سے منقول ہیں کہ حصر ان کا دشوار ہے اور کتب حدیث دیکھنے والوں پر مخفی نہیں۔

مقصدِ دوم

مقصدِ دوم در جواز تعلیل یا تقلید نص و اجتہاد

اجتہاد سے جس طرح حکم کا استنباط جائز ہے اسی طرح اجتہاد سے حدیث کو معلّل سمجھ کر مقتضائے علت پر عمل کرنا جس کا حاصل احکام وضعیہ کی تعیین ہے مثل احکام تکلیفیہ کے یا احد الوجوہ پر محمول کرنا یا مطلق کو مقید کر لینا اور ظاہر الفاظ پر عمل نہ کرنا حدیث کی مخالفت یا ترک نہیں اس لئے ایسا اجتہاد بھی جائز

اور ایسے اجتہاد کی تقلید بھی جائز ہے۔

حدیث اوّل

عن ابن عمر قال قال النبی صلّی اللہ علیہ وسلّم یوم الاحزاب لا یصلین احد العصر الّا فی بنی قریظۃ فادرک بعضھم العصر فی الطریق فقال بعضھم لا نصلّی حتی ناتیھا وقال بعضھم بل نصلّی لم یرد منا ذٰلک فذکر ذٰلک للنبی صلّی اللہ علیہ وسلّم فلم یعنّف واحدًا منھما۔ (بخاری جلد ثانی مصطفائی ص۵۹۱)

ترجمہ ۔ بخاری میں ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم الاحزاب میں صحابہ سے فرمایا کہ عصر کی نماز بنی قریظہ میں پہنچنے سے ادھر کوئی نہ پڑھے اور بعض صحابہ کو راہ میں عصر کا وقت آگیا تو باہم رائے مختلف ہوئی بعض نے کہا ہم نماز نہ پڑھیں گے جب تک ہم اس جگہ نہ پہنچ جاویں اور بعض نے کہا کہ نہیں ہم تو نماز پڑھیں گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مطلب نہیں (بلکہ مقصود تاکید ہے جلد ہی پہنچنے کی، کہ ایسی کوشش کرو کہ عصر سے قبل وہاں پہنچ جاؤ) پھر یہ قصّہ آپؐ کے حضور میں ذکر کیا، آپ نے کسی پر بھی ملامت و سزا نہیں فرمائیں۔

ف ۔ اس واقعہ میں بعض نے قوۃ اجتہادیہ سے اصلی غرض سمجھ کر جو کہ احد الوجہین المحتملین ہے نماز پڑھ لی مگر آپؐ نے اُن پر یہ ملامت نہیں فرمائی کہ تم نے ظاہر معنوں کے خلاف کیوں عمل کیا اور ان کو بھی عمل بالحدیث کا تارک نہیں قرار دیا۔

حدیث دوم

عن انسؓ ان رجلا کان یتھم بام ولد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم فقال لعلیؓ اذھب فاضرب عنقہ فاتاہ فاذا ھو مجبوبٌ لیس لہ ذکر فکف عنہ واخبر بہ النبی صلّی اللہ علیہ وسلّم

فحسن فعلہ زاد فی روایۃ وقال الشاھد یری ما لا یری الغائب اخرجہ مسلم ۔
(تیسیر کلکتہ صفحہ ۱۳۶ کتاب الحدود باب ثانی)

ترجمہ ۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص ایک لونڈی اُم ولد سے متہم تھا۔ آپؐ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ جاؤ اس کی گردن مارو۔ حضرت علیؓ اس کے پاس جب تشریف لائے تو اس کو دیکھا کہ ایک کنوئیں میں اُترا ہُوا بدن ٹھنڈا کر رہا ہے۔ آپؓ نے فرمایا باہر نکل۔ اُس نے اپنا ہاتھ دے دیا۔ آپ نے اسے نکالا تو وہ مقطوع الذکر نظر پڑا۔ آپ اس کی سزا سے رُک گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی۔ آپؐ نے اُن کے فعل کو مستحسن فرمایا اور ایک روایت میں اتنا اور ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ پاس والا ایسی بات دیکھ سکتا ہے جو دُور والا نہیں دیکھ سکتا۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

ف ۔ اس واقعہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص اور صاف حکم موجود تھا مگر حضرت علی نے اس کو معلل بعلت سمجھا اور چونکہ اس علت کا وجود نہ پایا اسلئے سزا نہیں دی اور حضور نے اس کو جائز رکھا بلکہ پسند فرمایا حالانکہ یہ عمل ظاہر اطلاق حدیث کے خلاف تھا۔ اس سے معلوم ہُوا کہ حدیث کی لِم اور علت سمجھ کر اس کے موافق عمل کرنا گو بظاہر الفاظ سے بعید معلوم ہو مگر عمل بالحدیث کے خلاف نہیں۔

حدیث سوم ۳ عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومعاذ ردیفہ علی الرحل قال یا معاذ قال لبیک یا رسول اللہ وسعدیک وقال فی الثالثۃ ما من احد یشھد ان لا الہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ صدقا من قلبہ الا حرمہ اللہ علی النار وقال یا رسول اللہ افلا اخبر بہ الناس فیستبشروا قال اذاً یتکلوا فاخبر بھا معاذ عند موتہ تاثما متفق علیہ ۔ (مشکوٰۃ انصاری باختصار صفحہ ۶)

ترجمہ۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ایک سواری پر سوار تھے۔ آپؐ نے تین بار پکارنے اور ان کے ہر بار میں جواب دینے کے بعد یہ فرمایا کہ جو شخص صدق دل سے شہادتین کا مقر ہوگا اس کو اللہ تعالیٰ دوزخ پر حرام فرمادیں گے۔ انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! لوگوں سے کہہ دوں کہ خوش ہوں گے۔ آپؐ نے فرمایا نہیں۔ کیونکہ بھروسہ کر بیٹھیں گے۔ سو حضرت معاذؓ نے انتقال کے وقت خوفِ گناہ سے (کہ دین کا چھپانا حرام ہے) خبر دی۔ روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے۔

ف۔ دیکھئے یہ حدیث لفظ کے اعتبار سے نہی عن الاخبار میں صریح اور مطلق ہے۔ مگر حضرت معاذؓ نے قوۃ اجتہادیہ سے اول یا مشورہ ومقید بزمان احتمال اتکال سمجھا اس لئے آخر عمر میں اس حدیث کو ظاہر کر دیا اس سے معلوم ہوا کہ صحابہؓ نصوص کیساتھ ایسا معاملہ کرنے کو مذموم نہ جانتے تھے ورنہ ایسے واقعات میں ظاہر یہ تھا کہ ان احکام کو مقصود بالذات سمجھ کر علت و قید سے بحث نہ کرتے اور ان نصوص جزئیہ کی وجہ سے اپنے دوسرے دلائل متعارضہ علمیہ سے مخصوص جان لیتے۔

حدیث چہارم عن ابی عبدالرحمٰن السلمی قال خطب علیؓ فقال وفیہ فان امۃً للنبی صلی اللہ علیہ وسلم زنت فامرنی ان اجلدھا فاتیتھا فاذا ھی حدیثۃ عھد بنفاس فخشیت ان انا جلدتھا ان اقتلھا فذکرت ذٰلک للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال احسنت اترکھا حتّٰی تتماثل اخرجہ مسلم و ابوداؤد والترمذی۔ (تیسیر کلکتہ ص ۱۳۶ کتاب الحدود باب ثانی)

ترجمہ۔ ابو عبدالرحمٰن سلمی سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے خطبہ پڑھا اور اس

میں یہ بھی ہے کہ آپؓ نے یہ فرمایا کہ ایک لونڈی نے بدکاری کی تھی مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ اُس کے دُرّے لگاؤں میں جو اس کے پاس آیا تو معلوم ہُوا کہ قریب ہی بچہ پیدا ہوا ہے۔ مجھ کو اندیشہ ہُوا کہ اس کے دُرّے ماروں گا تو مر ہی جائے گی۔ پھر میں نے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس کا ذکر کیا۔ آپؐ نے فرمایا بہت اچھا کیا ابھی اس کو چھوڑ دو یہاں تک کہ وہ درست ہو جائے۔ روایت کیا اس کو مسلم وابو داؤد ترمذی نے۔

ف۔ باوجودیکہ حدیث میں کوئی قید نہ تھی مگر حضرت علیؓ نے دوسری دلیل کلیہ پر نظر کر کے قوت اجتہادیہ سے اس کو مقید بقید قدرت تحمل سمجھا اور اسی پر عمل کیا۔ اور حضورؐ نے ان کی تحسین فرمائی۔ اسی کی نظیر ہے تارکین قراءۃ خلف الامام کا مقید سمجھنا حدیث لاصلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب کو حالتِ انفرادِ مصلی کے ساتھ بقرینہ دوسری حدیث کے جس کی تصریح سفیان سے بحوالہ ابوداؤد خاتمہ میں آوے گی۔ پس ان لوگوں کو بھی تارک حدیث کا کہنا صحیح نہ ہوگا۔

حدیث پنجم عن سعد بن عبادۃ انہٗ قال یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارایت رجلا وجد مع امراتہ رجلا ایقتلہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا قال سعد بلی والذی اکرمک بالحق ان کُنتُ لاعاجلہ بالسیف قبل ذلک فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسمعوا الی مایقول سیدکم۔ رواہ ابو مسلم وابوداؤد (تیسیر کلکتہ ص۱۳۵ کتاب الحدود باب ثانی)

ترجمہ۔ حضرت سعد بن عبادہ سے روایت ہے کہ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! فرمایئے تو اگر کوئی شخص اپنی بی بی کے ساتھ کسی مرد کو دیکھے کیا وہ اس کو قتل کر دے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں۔ سعدؓ بولے کیوں نہ قتل کرے قسم ہے اُس ذات پاک کی جس نے آپؐ کو دینِ حق لانے کے ساتھ مشرف فرمایا ہے مَیں تو پہلے تلوار سے فوراً اس کا کام تمام کر دوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حاضرین سے فرمایا سنو! تمہارے سردار کیا کہتے ہیں؟ روایت کیا اس کو مسلم و ابوداؤد نے۔

ف۔ ظاہر بینوں کو تو بالکل یہ یقین ہو سکتا ہے کہ ان صحابی نے نعوذ باللہ حدیث کو رد کر دیا مگر حاشا و کلّا ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو زجر فرماتے۔ نہ یہ کہ اور اُلٹی ان کی تعریف فرماویں۔ اور تعظیمی لفظ سید سے اُن کو مشرف فرماویں کیونکہ دوسری حدیث میں منافق کو سیّد کہنے سے ممانعت آئی ہے۔

(مشکوٰۃ انصاری جلد ثانی ص۱۰۱)

اور دعوٰی اسلام کے ساتھ حدیث کو ردّ کرنے والے کو منافق ہونے میں کیا شبہ ہے تو آپ اُن کو سیّد کیوں فرماتے۔ اس سے معلوم ہُوا کہ وہ حضور کے اس ارشاد کا (کہ قتل نہ کرے) یہ مطلب سمجھے کہ اگر قصاص سے بچنا چاہے تو قتل نہ کرے بلکہ گواہ لاوے نہ یہ کہ قتل جائز نہیں۔ پس اُن کی غرض کا مطلب یہ تھا کہ گو مَیں قصاص میں مارا جاؤں کیونکہ عندالحاکم میرے دعوٰی پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ لیکن اس کی کچھ پرواہ نہیں۔ مَیں اس کو ہرگز نہ چھوڑوں گا کیونکہ اس حالت میں قتل تو فی نفسہٖ جائز ہی ہے۔ پس یہ حدیث کا ردّ و انکار نہیں ہے اس سے معلوم ہُوا کہ مجتہد اگر اپنی قوت اجتہادیہ سے کسی حدیث کی مدلول ظاہری کے خلاف کوئی معنی دقیق سمجھ جاوے تو اُس پر عمل جائز ہے اور اس کو ترک حدیث نہ کہیں گے۔

حدیث ششم

عن ابن عباسؓ انہ قال لیس التحصیب بشئی انما ھو منزل نزلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اخرجہ الشیخین والترمذی۔ (تیسیر کلکتہ صـ۱۳۱ کتاب الحج باب ثانی)

ترجمہ۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حاجی کا محصور میں اترنا کچھ بھی نہیں وہ صرف ایک منزل تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں ٹھہر گئے تھے روایت کیا اس کو بخاری و مسلم و ترمذی نے۔

ف۔ ایک فعل جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صادر ہوا جو ظاہراً دلیل ہے سنت ہونے کی چنانچہ ابن عمر رضی اللہ عنہ اسی بنا پر اس کو سنت کہتے ہیں۔ اس کی نسبت ایک جلیل القدر صحابی محض اپنی قوتِ اجتہادیہ سے فرماتے ہیں کہ یہ فعل سنت نہیں اتفاقاً وہاں آپؐ ٹھہر گئے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایسے اجتہاد کو صحابہ مقابلہ حدیث کا نہ سمجھتے تھے اسی کی نظیر ہے حنفیہ کا یہ قول کہ صلوٰۃ جنازہ میں جو فاتحہ پڑھنا منقول ہے یہ سنت مقصودہ نہیں اتفاقاً بطور ثناء و دعاء کے پڑھ دی تھی یا اُن کا یہ قول کہ جنازہ کی وسط کے محاذات میں کھڑا ہونا قصداً نہ تھا بلکہ اتفاقاً اور کسی مصلحت سے تھا تو یہ حضرات بھی قابلِ ملامت نہیں ہیں۔

حدیث ہفتم

عن عبد اللہ بن ابی بکر بن عمر بن حزم اسماء بنت عمیس امراۃ ابی بکر غسلا ابا بکر حین توفی ثم خرجت فسالت من حضرھا من المھاجرین قالت انی صائمۃ و ان ھذا یوم شدید البرد فھل علیَّ من غسل فقالو الا اخرجہ مالک۔

(تیسیر کلکتہ صـ۲۹۸ کتاب الطھارۃ باب ثامن فصل رابع)

ترجمہ - عبداللہ سے روایت ہے کہ اسماء بنت عمیس زوجہ ابوبکرؓ نے ابوبکر کو بعد وفات کے غسل دیا۔ پس باہر آکر اُس وقت جو مہاجرین موجود تھے اُن سے پوچھا کہ روزہ ہے اور آج دن بھی بہت سردی کا ہے۔ کیا میرے ذمے غسل واجب ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ واجب نہیں۔ روایت کیا اس کو مالک نے۔

ف - دیکھئے حدیث میں مردہ کو غسل دے کر غسل کرنے کا حکم بصیغہ امر فلیغتسل آیا ہے۔ (تیسیر صفحہ ۲۲۸) جو ظاہراً وجوب کے لئے ہے مگر مہاجرین صحابہ نے قوت اجتہاد سے اس کو استحباب پر محمول فرمایا۔ ورنہ وجوب کی صورت میں معذور ہونے کے وقت اس کا بدل یعنی تیمم واجب کیا جاتا حالانکہ اس کا بھی امر نہیں کیا اور اس حمل کو حدیث کی مخالفت نہیں سمجھا اسی کی نظیر ہے حنفیہ کا یہ قول کہ امر فلیقاتل حدیث مرور بین یدی المصلی میں وجوب کے لئے نہیں بلکہ زجر و سیاست پر محمول ہے۔ اسی طرح یہ بھی حدیث کی مخالفت نہیں اور اس قسم کی روایات بکثرت کتب حدیث میں موجود ہیں۔

مقصدِ سوم

مقصد سوم در منع فاقد قوت اجتہادیہ از اجتہاد اگرچہ محدث باشد

جس شخص کو قوتِ اجتہادیہ حاصل نہ ہو اس کو اجتہاد کرنے کی اجازت نہیں اور ممکن ہے کہ ایک شخص حافظِ حدیث ہو اور مجتہد نہ ہو اس لیے صرف جمع روایات سے قابلِ تقلید ہونا ضروری نہیں اور قوتِ اجتہادیہ کے معنی

حدیث اول

عن ابن عباس رضی قال اصاب رجلا جرح علی عهد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم احتلم فامر بالاغتسال فاغتسل فمات فبلغ ذلک النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال قتلوہ قتلھم اللہ تعالیٰ الم یکن شفاء العی السوال انما کان یکفیہ ان تیمم وان یعصب علی جرحہ خرقۃ ثم یمسح علیہا و یغسل سائر جسدہ ابو داؤد (تیسیر کلکتہ ص ۲۹۳ کتاب الطہارۃ باب سابع)

ترجمہ - حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں ایک شخص کے کہیں زخم ہو گیا پھر اس کو احتلام ہو گیا۔ ساتھیوں نے اس کو غسل کے لئے حکم کیا۔ اس نے غسل کیا اور مر گیا۔ یہ خبر حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ ان لوگوں نے اس کو قتل کیا خدا ان کو قتل کریں، نا واقفیہ کا علاج دریافت کرنا نہ تھا۔ اس کو تو اس قدر کافی تھا کہ تیمم کر لیتا اور اپنے زخم پر پٹی باندھ لیتا۔ پھر اس پر مسح کر لیتا اور باقی بدن دھو لیتا روایت کیا اس کو ابو داؤد نے۔

ف - ان بھائیوں نے اپنی رائے سے آیتِ قرآنیہ و ان کنتم جنباً فاطّھروا کو معذور و غیر معذور کے حق میں عام اور آیت و ان کنتم مرضیٰ الخ کو حدثِ اصغر کے ساتھ خاص سمجھ کر یہ فتویٰ دیدیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس فتویٰ پر رد و انکار فرمانا اس وجہ سے تو ہو نہیں سکتا کہ اجتہاد و قیاس حجت شرعیہ نہیں اس کا حجت اور معتبر ہونا اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کو جائز رکھنا مقصد اول میں ثابت ہو چکا ہے پس معلوم ہوا کہ یہ فتویٰ دینے والے اجتہاد کی صلاحیت و قوت نہ رکھتے تھے۔ اس لیے ان کے لئے فتویٰ

قیاس سے دینا جائز نہیں رکھا گیا۔

حدیث دوم [۲] عن عدی بن حاتم اخذ عقالا ابیض و عقالا اسود حتی کان بعد اللیل نظر فلم یستبن لہ فلما اصبح قال لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جعلت تحت وسادتی خیط الابیض و خیط الاسود قال ان وسادتک لعریض ان کان الخیط الابیض و الخیط الاسود تحت وسادتک اخرجہ الخمسۃ۔

(تیسیر کلکتہ باختصار صـ۲۲ کتاب التفسیر سورۃ البقرہ)

ترجمہ۔ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی۔ کلوا واشربوا حتی یتبین لکم الخیط الابیض من الخیط الاسود تو انہوں نے ایک ڈورا سفید ایک ڈورا سیاہ لے کر رکھ لیا اور رات کے کسی حصہ میں جو اس کو دیکھا تو وہ ڈورے تمیز نہ ہوئے۔ جب صبح ہوئی تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں نے اپنے تکیہ کے نیچے ایک ڈورا سفید اور ایک ڈورا سیاہ رکھ لیا۔ آپؐ نے فرمایا تمہارا تکیہ بہت ہی چوڑا ہے۔ اگر سفید اور سیاہ ڈورے (جن سے مراد دن اور رات ہے) تمہارے تکیہ کے نیچے آ گئے۔

ف۔ باوجودیکہ یہ صحابی اہل زبان تھے مگر بوجہ قوت اجتہادیہ نہ ہونیکے فہم مراد قرآن میں غلطی کی کیونکہ ان کی غلطی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعنوان مزاح انکار فرمایا۔ اور مقصد اول میں اجتہاد پر انکار نہ فرمانا گو وہ خطا ہی کیوں نہ ہو گزر چکا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان میں قوت اجتہادیہ نہ تھی۔ اس لیے آپؐ نے ان کی رائے و فہم کو معتبر نہ فرمایا۔

حدیث سوم ۳ عن عطاء بن یسار قال سأل رجل ابن عمرو بن العاص عن رجل طلق امرأته ثلثا قبل ان یمسها فقال عطاء فقلت انما طلاق البکر واحدۃ فقال لی عبداللہ انما انت قاص الواحدۃ تبینھا والثلث یحرمہ حتی تنکح زوجا غیرہ اخرجہ مالک. (تیسیر کالکمہ ص ۳۱۴)

ترجمہ: عطاء بن یسار سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص سے مسئلہ پوچھا کہ کسی شخص نے اپنی بی بی کو قبل صحبت تین طلاق دیں عطاء رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ باکرہ کو ایک ہی طلاق پڑتی ہے حضرت عبداللہ بولے کہ تم تو نرے واعظ آدمی ہو یعنی فتوی دینا کیا جانو، ایک طلاق سے تو وہ بائن ہوجاتی ہے اور تین طلاق سے حلالہ کرنے تک حرام ہوجاتی ہے. روایت کیا اس کو مالک نے

ف حضرت عطاء کے فتوی کو باوجود ان کے اتنے بڑے محدث و عالم ہونے کے حضرت عبداللہ نے محض ان کی قوت اجتہادیہ کی کمی سے معتبر و معتدبہ نہیں سمجھا اور انما انت قاص سے ان کے مجتہد نہ ہونے کی طرف اشارہ فرمایا جس کا حاصل یہ ہے کہ نقل روایت اور بات ہے اور افتاء و اجتہاد اور بات ہے آگے اسکی دلیل سنیئے کہ باوجود حافظ حدیث ہونے کے مجتہد نہ ہونا ممکن ہے.

حدیث چہارم عن ابن مسعودؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نضر اللہ عبدا سمع مقالتی فحفظھا ووعاھا واداھا فرب حامل فقہ غیر فقیہ ورب حامل فقہ الی من ھو افقہ منہ الحدیث رواہ الشافعی والبیھقی فی المدخل ورواہ احمد والترمذی وابوداؤد و

ابن ماجه والدارمی عن زید بن ثابت رضی اللہ عنہ (مشکوٰۃ انصاری ص۳۵)

ترجمہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تروتازہ فرمادیں اللہ تعالےٰ اس بندے کو جو میری حدیث سنے اور اس کو یاد کرے اور یاد رکھے اور دوسرے کو پہنچادے کیونکہ بعضے پہنچانیوالے علم کے خود فہیم نہیں ہوتے اور بعضے ایسوں کو پہنچاتے ہیں جو اس پہنچانے والے سے زیادہ فہیم ہوتے ہیں روایت کیا اس کو شافعی نے اور بیہقی نے مدخل میں اور روایت کیا اس کو احمد نے اور ترمذی اور ابوداؤد اور ابن ماجہ اور دارمی نے حضرت زید بن ثابت رضی سے۔

ف۔ اس حدیث میں صاف تصریح ہے کہ بعضے محدث حافظ الحدیث صاحب فہم نہیں ہوتے یا قلیل الفہم ہوتے ہیں۔

تحقیق حقیقت قوت اجتہادیہ

اب وہ حدیثیں سنئے جن سے قوتِ اجتہادیہ کی حقیقت منکشف ہوجاتی ہے۔

حدیث اوّل

عن ابن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انزل القراٰن علی سبعۃ احرف لکل اٰیۃ منھا ظھر وبطن ولکل حد مطلع رواہ فی شرح السنۃ (مشکوٰۃ انصاری ص۳۵)

ترجمہ حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قرآن سات حرفوں پر نازل کیا گیا ہے ہر آیت کا ایک ظاہر ہے۔ ایک باطن اور ہر حد کے لیے طریقہ اطلاع جداگانہ ہے (یعنی مدلول ظاہری کیلئے علوم عربیہ اور مدلول خفی کے لیے قوت فہمیہ) روایت کیا اس کو شرح السنہ میں۔

حدیث دوئم عن عروۃ بن الزبیر قال سالت عائشۃ عن قولہ تعالٰے ان الصفا والمروۃ من شعائر اللّٰہ فمن حج البیت

او اعتمر فلا جناح علیہ ان یطوف بھما قلت فواللّٰہ ما علیٰ احد جناح ان

لا یطوف بالصفا والمروۃ فقالت بئسما قلت یا ابن اختی ان ھٰذہٖ لو کانت

علیٰ ما اولتھا کانت لا جناح علیہ ان لا یطوف بھما وفی ھٰذا الحدیث

قال الزھری فاخبرت ابابکر بن عبدالرحمٰن فقال ان ھذا لعلم ما کنت

سمعتہ اخرجہ الستۃ (تیسیر کلکتہ ص۱۴۱ کتاب التفسیر سورۃ البقرۃ)

ترجمہ عروہ بن زبیرؓ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے اس کے متعلق دریافت کیا ان الصفا والمروۃ الخ اور میں نے کہا کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص صفا اور مروہ کا طواف نہ کرے تو اس کو گناہ نہ ہوگا (جیسا ظاہر ترجمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ گناہ نہیں ہے جو طواف کرے تبادر الی الذہن اس سے یہی ہے کہ طواف مباح ہے اگر نہ کرے تو بھی جائز ہے) حضرت عائشہ نے کہا اے بھانجے! تم نے بڑی غلط بات کہی۔ اگر یہ آیت اس معنی کو مفید ہوتی جو تم سمجھے ہو تو عبارت یوں ہوتی لا جناح علیہ ان لا یطوف بھما یعنی طواف نہ کرنے میں گناہ نہیں۔ زہری کہتے ہیں کہ میں نے ابوبکر بن عبدالرحمٰن کو اس کی خبر دی انہوں نے کہا کہ یہ علم میں نے نہ سنا تھا۔ روایت کیا اس کو امام مالک اور بخاری اور مسلم اور ابوداؤد اور ترمذی اور نسائیؒ نے۔

حدیث سوئم عن ابن مسعود فی فضل الصحابۃ کانوا افضل ھٰذہٖ الامۃ ابرھا قلوبا واعمقھا علما واقلھا تکلفا

الحدیث (رواہ رزین مشکوٰۃ انصاری ص۲۴)

ترجمہ. حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے صحابہؓ کی فضیلت میں روایت ہے کہ وہ حضرات تمام امت سے افضل تھے سب سے زیادہ انکے قلوب پاک تھے سب سے زیادہ ان کا علم عمیق تھا سب سے کم ان کا تکلّف تھا روایت کیا اس کو رزین نے.

حدیث چہارم ۴

عن ابی جُحیفہؓ قال قلت لعلیؓ یا امیر المؤمنین هل عندکم من سوداءٍ فی بیضاءٍ لیس فی کتاب اللّٰہ عزوجل قال لا والذی فلق الحبۃ وبرأ النسمۃ ما علمتہ الا فهما یعطیہ اللّٰہ رجلا فی القراٰن اخرجہ البخاری والترمذی والنسائی

(تیسیر کلکتہ ص۴۳ کتاب القصاص من فصل لا یقتل المسلم بالکافر)

ترجمہ. حضرت ابن جحیفہؓ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ آپ کے پاس کچھ ایسے مضامین لکھے ہوئے ہیں جو کتاب اللہ میں نہیں ہیں. انہوں نے فرمایا قسم اس ذات کی جس نے دانہ کو شگاف دیا اور جان کو پیدا کیا ہمارے پاس کوئی علم ایسا نہیں لیکن فہم خاص ضرور ہے جس کو اللہ تعالےٰ قرآن میں کسی کو عطا فرمادیں روایت کیا اس کو بخاری اور ترمذی اور نسائی نے۔

حدیث پنجم ۵

عن زید بن ثابت قال ارسل الیّ ابوبکر مقتل اهل الیمامۃ فاذا عمر جالس عندہ فقال ابوبکر ان عمر جاءنی فقال ان القتل قد استحر یوم الیمامۃ بقراء القراٰن وانی اخشی ان یستحر القتل بالقراء فی کل المواطن فیذهب من القراٰن کثیر وانی اری ان تامر بجمع القراٰن فقلت وکیف افعل ما لم یفعلہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ

وسلم فقال عمر هو واللہ خیر فلم یزل یراجعنی فی ذلک حتی شرح اللہ صدری للذی شرح لہ صدر عمر ورأیت فی ذالک الذی رای الحدیث اخرجہ البخاری والترمذی۔

(تیسیر کلکتہ ص۸۸ کتاب تالیف القرآن)

ترجمہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ زمانہ جنگ اہل یمامہ میں حضرت ابوبکرؓ نے میرے بلانے کے لیے آدمی بھیجا وہاں جاکر دیکھتا ہوں کہ حضرت عمرؓ بھی بیٹھے ہیں حضرت ابوبکرؓ نے قصہ بیان کیا کہ حضرت عمرؓ نے میرے پاس آکر یہ صلاح دی کہ واقعہ یمامہ میں بہت سے قراء قرآن کے کام آئے مجھے اندیشہ ہے کہ اگر اسی طرح سب جگہ یہ لوگ کام آتے رہے تو قرآن پاک کا بڑا حصہ ضائع ہو جائے گا اس لیے میری رائے یہ ہے کہ آپ قرآن پاک جمع کرنے کا امر فرمادیں میں نے حضرت عمرؓ کو جواب دیا کہ جو کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں کیا وہ میں کس طرح کروں؟ حضرت عمرؓ نے کہا کہ واللہ یہ کام خیر محض ہے پس برابر بار بار اسی کو کہتے رہے حتی کہ جس باب میں ان کو شرح صدر اور اطمینان تھا مجھ کو بھی شرح صدر ہو گیا۔ روایت کیا اس کو بخاری و ترمذی نے۔

ف مجموعہ احادیث مذکورہ پنجگانہ سے چند امور معلوم ہوئے۔

اوّل۔ یہ کہ نصوص کے بعض معانی ظاہر ہیں اور بعض مدلولات خفی و دقیق کہ وہ اسرار و علل وحکم ہیں۔ چنانچہ قرآن پاک کے باب میں حدیث اوّل اس پر صراحتہ دال ہے اور اسی میں ان ہی مدلولات کو بطن قرآن فرمایا گیا ہے۔ اور حدیث کے باب میں اس حدیث سے اوپر والی حدیث کہ وہ بھی ابن مسعود رضی اللہ

تعالیٰ عنہ سے مروی ہے دلالت کرتی ہے کیونکہ صرف معانی ظاہرہ کے اعتبار سے شاگرد کے استاد سے افضل و افقہ ہونے کے کوئی معنی نہیں، اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں درجے مدلول کے حدیث میں بھی ہیں۔

دوئم:۔ امر یہ کہ نصوص کے سمجھنے میں لوگوں کے افہام متفاوت ہوتے ہیں کوئی ظہر نص تک رہ جاتے ہیں۔ کوئی بطن نص تک پہنچ جاتا ہے۔ چنانچہ حدیث دوم اس پر دال ہے کہ آیت میں جو نکتہ دقیقہ ہے باوجودیکہ زیادہ خفی نہیں ہے۔ مگر حضرت عروہؓ اس کو نہ سمجھ سکے اور حضرت عائشہؓ اس کو سمجھ گئیں اور چونکہ نہایت لطیف بات تھی، زہری سے ابوبکر بن عبدالرحمٰن نے سن کر اس پر مسترت ظاہر کی اور اس کو علم کہا:۔

سوئم:۔ امر یہ کہ اس تفاوت افہام میں ہر درجہ زیادت فہم کا موجب فضل و شرف نہیں، ورنہ اس سے تو کوئی دو شخص بھی باہم خالی نہیں بلکہ کوئی خاص درجہ ہے جو کہ اپنے دقیق و عمیق ہونے سے موجب فضل و شرف اور اس درجہ میں اس کو علم معتدبہ سمجھا جاتا ہے۔ چنانچہ حدیث سوم اس پر صراحتہً دال ہے۔

چہارم:۔ امر یہ کہ وہ درجہ خاص فہم کا مکتسب نہیں ہے محض ایک امر وہبی ہے چنانچہ حدیث پنجم اس پر دال ہے۔ کہ اول حضرت ابوبکرؓ کو بوجہ ظاہر احادیث ذم بدعت کے اس کے خیر ہونے میں تردد ہوا مگر جب اُن کے قلب پر مدلول خفی اور سر حکم اجتناب عن البدعۃ وارد ہوئے تو اس کا کلیہ حفظ دین ماموربہ میں داخل ہونا منکشف ہو کر اس کے خارج عن البدعۃ ہونے میں اطمینان حاصل ہو گیا۔ اور بعض احادیث مذکورہ امور خمسہ میں سے متعدد امور پر بھی دال ہیں۔ چنانچہ تامل سے

معلوم ہوسکتا ہے مگر اختصار کے لیے زیادت خصوصیت کے لحاظ سے ایک ایک کو ایک ایک کا مدلول ٹھہرا دیا گیا۔ سو مراد قوت اجتہادیہ سے اسم فہم مذکور فی الحدیث کا وہ درجہ خاص ہے۔

پس حاصل اس کی حقیقت کا احادیث بالا سے یہ مستفاد ہوا کہ وہ ایک ملکہ وقوت فہمیہ علمیہ خاصہ وہبہ ہے جس کے استعمال کی وساطت سے اہل اس قوت کے نصوص کے مدلولات خفیہ ومعانی دقیقہ اور احکام کے اسرار و علل یعنی احکام تکلیفیہ واحکام وضعیہ پر مطلع ہوکر اس پر مطمئن ہوجاتے ہیں۔ اور دوسروں کی وہاں تک رسائی بھی نہیں ہوتی گو دوسرے وقت یہی اطمینان دوسری شق میں ہوجاوے۔ اس وقت پہلے شق سے رجوع کرلیتے ہیں۔ اور یہی قوت ہے جس کو فہم اور فقہ اور رائے واجتہاد واستنباط وشرح صدر وغیرہ عنوانات سے آیات واحادیث میں جابجا تعبیر کیا گیا ہے۔

مقصد چہارم

مقصد چہارم در مشروعیت تقلید شخصی و تفسیر آں

تقلید شخصی ثابت ہے

اور اس کے معنی

حدیث اول

عن حذیفۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انی لا ادری ما قدر بقائی فیکم فاقتدوا بالذین من

بعدی واشار الی ابی بکرؓ وعمرؓ الحدیث اخرجہ الترمذی۔

ترجمہ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ مجھ کو معلوم نہیں کہ تم لوگوں میں کب تک (زندہ) رہوں گا۔ سو تم لوگ ان دونوں شخصوں کا اقتداء کیا کرنا جو میرے بعد ہونگے۔ اور اشارہ سے ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو تبلایا۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

ف ۔ من بعدی سے مراد ان صاحبوں کی حالت خلافت ہے۔ کیونکہ بلا خلافت تو دونوں صاحب آپؐ کے روبرو بھی موجود تھے۔ پس مطلب یہ ہوا کہ ان کے خلیفہ ہونے کی حالت میں ان کا اتباع کیجیو اور ظاہر ہے۔ کہ خلیفہ ایک ایک ہوں گے۔ پس حاصل یہ ہوا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی خلافت میں تو ان کا اتباع کرنا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی خلافت میں ان کا اتباع کرنا پس ایک زمانہ خاص تک ایک معین شخص کے اتباع کا حکم فرمایا اور یہ کہیں نہیں فرمایا کہ ان سے احکام کی دلیل بھی دریافت کر لیا کرنا۔ اور نہ یہ عادت مستمرہ تھی کہ دلیل کی تحقیق ہر مسئلہ میں کی جاتی ہو اور یہی تقلید شخصی ہے۔ کیونکہ حقیقت تقلید شخصی کی یہ ہے کہ ایک شخص کو جو مسئلہ پیش آوے وہ کسی مرجح کی وجہ سے ایک ہی عالم سے رجوع کیا کرے۔ اور اس سے تحقیق کر کے عمل کیا کرے۔ اور اس مقام میں اس کے وجوب سے بحث نہیں۔ وہ آگے مذکور ہے صرف اس کا جواز اور مشروعیت اور موافقت سنت ثابت کرنا مقصود ہے۔ سو وہ حدیث قولی سے جو ابھی مذکور ہوئی بفضلہٖ تعالےٰ ثابت ہے۔ گو ایک معین زمانے کے لئے سہی۔

حدیث دوم عن الاسود بن یزید الیٰ اٰخر الحدیث

ف یہ وہ حدیث ہے، جو مقصدِ اول میں بعنوان حدیث چہارم مع ترجمہ کے گزر چکی ہے ملاحظہ فرمالیا جاوے. اس سے جس طرح تقلید کا سنت ہونا ثابت ہے. جیسا اس مقام پر اس کی تقریر کی گئی ہے. اسی طرح تقلید شخصی بھی ثابت ہوتی ہے. کیونکہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت معاذ رضؓ کو تعلیم احکام کے لیے یمن بھیجا تو یقیناً اہلِ یمن کو اجازت دی کہ ہر مسئلہ میں ان سے رجوع کریں اور یہی تقلید شخصی ہے. جیسا ابھی اوپر بیان ہوا۔

حدیث سوم عن هزيل بن شرحبيل فی حديث طويل مختصره قال سئل ابو موسى ثم سئل ابن مسعود رضؓ واخبر بقول ابی موسی فخالفه ثم اخبر ابو موسى بقوله فقال لا تسألونی ما دام هذا الحبر فيكم اخرجه البخاری وابو داؤد والترمذی۔

(تیسیر کلکتہ صہ ۳۷۹ کتاب الفرائض فصل ثانی)

ترجمہ. خلاصہ اس حدیث طویل کا یہ ہے کہ ہذیل بن شرحبیل سے روایت ہے کہ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے ایک مسئلہ پوچھا گیا. پھر وہی مسئلہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے پوچھا گیا اور حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے فتویٰ کی بھی ان کو خبر دی تو انہوں نے اور طور سے فتویٰ دیا. پھر ان کے فتویٰ کی خبر حضرت ابو موسیٰ کو دی گئی تو انہوں نے فرمایا کہ جب تک یہ عالم متبحر تم لوگوں میں موجود ہیں تم مجھ سے مت پوچھا کرو. روایت کیا اس کو بخاری اور ابوداؤد اور ترمذی نے۔

ف حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے اس فرمانے سے کہ ان کے ہوتے ہوئے مجھ سے مت پوچھو، ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ ہر مسئلہ میں ان سے پوچھنے کے لیے فرمایا ہے اور یہی تقلید شخصی ہے کہ ہر مسئلہ میں کسی مرجح کی وجہ سے ایک ہی عالم سے رجوع کر کے عمل کرے۔

مقصد پنجم ۵

اس زمانہ میں تقلید شخصی ضروری ہے اور اس کے ضروری ہونے کے معنی

اس زمانہ میں باعتبار غالب حالت لوگوں کے تقلید شخصی ضروری ہے اور اس کے ضروری ہونے کے معنی.

اوّل . اس کے ضروری ہونے کے معنی بیان کیئے جاتے ہیں تاکہ دعوٰے کی تعیین ہو جاوے۔ سو جاننا چاہیئے کہ کسی شئے کا ضروری اور واجب ہونا دو طرح پر ہے . ایک یہ کہ قرآن و حدیث میں خصوصیت کے ساتھ کسی امر کی تاکید ہو جیسے نماز و روزہ وغیرہا ایسی ضرورت کو وجوب بالذات کہتے ہیں.

دوسرے . یہ کہ اس امر کی خود تو کہیں تاکید نہیں آئی مگر جن امور کی قرآن و حدیث میں تاکید آئی ہے، ان امور پر عمل کرنا بدوں اس امر کے عادۃً ممکن نہ ہو اس لیئے اس امر کو بھی ضروری کہا جاوے اور یہی معنی ہیں علماء کے اس قول کے کہ مقدمہ واجب کا واجب ہے جیسے قرآن و حدیث کا جمع کر کے لکھنا کہ شرع میں اس کی کہیں بھی تاکید نہیں آئی بلکہ اس حدیث میں خود کتابت ہی کے واجب نہ ہونے کی تصریح فرما دی ہے

حدیث چہارم

عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا امۃ امیۃ لا نکتب ولا نحسب۔ الحدیث

متفق علیہ (مشکوٰۃ انصاری ص ۱۹۶)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہم تو ایک اُمی جماعت ہیں نہ حساب جانیں نہ کتاب۔ اس کو روایت کیا بخاری و مسلم نے۔

ف۔ دلالت حدیث کی مطلوب پر ظاہر ہے اور جب مطلق کتابت واجب نہیں تو کتابت خاصہ کیسے واجب ہوگی، لیکن ان کا محفوظ رکھنا اور ضائع ہونے سے بچانا ان امور پر تاکید آئی ہے اور تجربہ اور مشاہدہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بدون مقید بالکتاب کرنے کے محفوظ رہنا عادۃً ممکن نہ تھا اس لئے قرآن و حدیث کے لکھنے کو ضروری سمجھا جائے گا چنانچہ اس طور پر اس کے ضروری ہونے پر تمام اُمت کا دلالۃً اتفاق چلا آرہا ہے۔ ایسی ضرورت کو وجوب بالغیر کہتے ہیں جب وجوب کی قسمیں اور ہر ایک کی حقیقت معلوم ہوگئی۔ تو جاننا چاہیئے کہ تقلید شخصی کو جو ضروری اور واجب کہا جاتا ہے تو مراد اس وجوب سے وجوب بالغیر ہے نہ کہ وجوب بالذات۔ اس لیے ایسی آیت و حدیث پیش کرنا تو ضروری نہ ہوا جس میں تقلید شخصی کا نام لے کر تاکیدی حکم آیا ہو جیسے کتابت قرآن و حدیث کے وجوب کے لیے دلیل کا مطالبہ نہیں کیا جاتا بلکہ باوجود اس کے کہ حدیث مذکور میں اس کے وجوب کی نفی مصرح ہے پھر بھی واجب کہا جاتا ہے اور اس سے حدیث کی مخالفت نہیں سمجھی جاتی۔ اسی طرح تقلید شخصی کے وجوب کے لیے نص پیش کرنے

کی حاجت نہیں البتہ دو مقدمے ثابت کرنا ضروری ہیں۔ ایک مقدمہ یہ کہ وہ کون کون امور ہیں کہ اس زمانہ میں تقلید شخصی نہ کرنے سے ان میں خلل پڑتا ہے۔ دوسرا مقدمہ یہ کہ وہ امور مذکورہ واجب ہیں پہلے مقدمہ کا بیان یہ ہے کہ وہ امور یہ ہیں۔

اولؔ:۔ علم و عمل میں نیت کا خالص دین کے لیے ہونا۔

ثانی:۔ خواہشِ نفسانی پر دین کا غالب رکھنا، یعنی خواہشِ نفسانی کو دین کے تابع بنانا، دین کو اس کے تابع نہ بنانا۔

ثالث:۔ ایسے امر سے بچنا جس میں اندیشہ قوی اپنے ضرر دین کا ہو۔

رابع:۔ اہلِ حق کے اجماع کی مخالفت نہ کرنا۔

خامس:۔ دائرہ احکام شرعیہ سے نہ نکلنا۔ رہا یہ کہ تقلید شخصی نہ کرنے سے ان میں خلل پڑتا ہے، سو یہ تجربہ و مشاہدہ کے متعلق ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ اس وقت اکثر طبائع میں فساد و غرض پرستی غالب ہے، چنانچہ ظاہر ہے۔ اور احادیث فتن میں اس کی خبر بھی دی گئی ہے۔ جو اہلِ علم پر مخفی نہیں۔ بس اگر تقلید شخصی نہ کی جاوے تو تین صورتیں پیش آویں گی۔

تفصیل مفاسد ترک تقلید شخصی

ایک یہ کہ بعضے اپنے کو مجتہد سمجھ کر قیاس کرنا شروع کردیں گے اور احادیث جواز اجتہاد کو پیش کرکے کہیں گے کہ اس میں اجتہاد کو کسی جماعت کے ساتھ خاص نہیں کیا گیا ہم بھی لکھے پڑھے ہیں یا یہ کہ قرآن اور مشکوٰۃ کا ترجمہ ہم نے بھی دیکھا ہے یا کسی عالم سے سُنا ہے اور اس کو سمجھ گئے ہیں، پھر ہمارا اجتہاد کیوں نہ معتبر ہو جب اجتہاد عام ہوگا۔ تو احکام میں جس قدر تصریف و تحریف پیش آئے تعجب نہیں۔ مثلاً ممکن ہے

کوئی شخص کہے کہ جس طرح مجتہدین سابقین نے قوت اجتہادیہ سے بعض نصوص کو معلل سمجھا ہے اور وہ سمجھنا معتبر و مقبول ہے جیسا مقصد دوم میں مفصل بیان ہوچکا ہے۔ اسی طرح میں حکم وجوب وضو کو کہتا ہوں کہ معلل ہے اور علت اُس کی یہ ہے کہ عرب کے لوگ اکثر اونٹ اور بکریاں چرایا کرتے تھے اور ان کے ہاتھ اکثر چھینٹ میں آلودہ ہوجاتے تھے اور وہی ہاتھ منہ کو لگ جاتا تھا ان کو حکم وضو کا ہوا تھا کہ یہ سب اعضاء پاک وصاف ہوجائیں اور اس کا قرینہ یہ ہے کہ وضو میں وہی اعضاء دھوئے جاتے ہیں جو اکثر اوقات کھلے رہتے ہیں۔ اور ہم چونکہ روزانہ غسل کرتے ہیں محفوظ مکانوں میں آرام سے بیٹھے رہتے ہیں ہمارا بدن خود پاک صاف رہتا ہے۔ اس لیے ہم پر وضو واجب نہیں بلا وضو نماز پڑھنا جائز ہے حالانکہ یہ سمجھ لینا کون حکم معلل ہے علت کے ساتھ اور کون حکم تعبدی یعنی غیر معلل ہے۔ یہ حصہ خاص ائمہ مقبولین ہی کا ہوچکا ہے۔ اس وقت ان کے خلاف کسی کا دخل دینا محض باطل ہے۔ یا مثلاً ممکن ہے کہ کوئی یوں کہے کہ نکاح میں شہود یا اعلان کا وجوب مقصود اصلی نہیں بلکہ معلل ہے۔ اس علت کے ساتھ اگر زوجین میں اختلاف خصومت ہو تو تحقیق حال ہی میں سہولت ہو۔

پس جہاں اس کا احتمال نہ ہو وہاں بلا شہود نکاح جائز ہے۔ و نیز ممکن ہے کہ اپنے اجتہاد سے احکام منسوخہ بالاجماع کے بغیر منسوخ ہونے کا دعویٰ کرے۔ مثلاً متعہ کو جائز کہنے لگے۔ چنانچہ ان تینوں مثالوں کا وقوع سنا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ ان اقوال میں کس درجہ تحریف احکام و مخالفت اجماع اُمت مرحومہ ہے جس میں ترک ہے۔ امر رابع کا امور خمسہ مذکورہ سے۔

حقیقتِ اجماع کیونکہ حقیقت اجماع کی یہ ہے کہ کسی عصر کے جمیع علماء کسی امر دینی پر اتفاق کریں۔ اور اگر کوئی عمداً یا خطاءً اس اتفاق سے خارج رہے تو اس کے پاس کوئی دلیل محتمل صحت نہ ہو۔ اور خطاء میں وہ معذور بھی ہوگا۔ اور ظاہر ہے کہ امثلہ مذکورہ کے احکام ایسے ہی ہیں اور گو متعہ میں بعض کا خلاف رہا۔ مگر بوجہ غیر مستند الی الدلیل الصحیح ہونے کے وہ قادح اجماع نہیں سمجھا گیا غرض مطلقاً عدم شرکت مضر تحقیق اجماع نہیں ورنہ قرآن مجید کے یقیناً محفوظ اور متواتر ہونے کا دعویٰ مشکل ہو جائے گا کیونکہ احادیث بخاری سے ثابت ہے کہ حضرت ابی رضی اللہ تعالےٰ عنہ آیات منسوخۃ التلاوت کو داخل قرآن اور حضرت ابو الدرداءؓ سورۂ ۃ واللیل آیت وماخلق الذکر والانثیٰ میں کلمہ وماخلق کو اور ابن مسعودؓ معوذتین کو خارج قرآن سمجھتے تھے گو یہ اقوال تھوڑے ہی روز رہے ہوں۔ تو لازم آتا ہے کہ جزو کا داخل ہونا اور غیر جزو کا خارج ہونا ہر زمانہ میں مجمع علیہ و یقینی نہ رہے حالانکہ ایک ساعت کے اعتبار سے بھی اس کا کوئی قائل نہیں بلکہ جب اس کو تمام ازمنہ کے اعتبار سے یقینی اور محفوظ سمجھتے رہے اور چونکہ ان حضرات کو استدلال میں یقینا غلطی ہوئی۔ اس لیے کسی نے سلفاً و خلفاً اس کو مضر و مخل اجماع نہیں سمجھا البتہ ان کو بھی شبہ کی وجہ سے معذور سمجھا۔ وہ حدیثیں یہ ہیں۔

حدیث اوّل عن ابن عباسؓ قال قال عمر اقرأنا ابیؓ و اقضانا علی وانا لندع من قول ابیؓ وذلک ان ابیاً یقول لا ادع شیئاً سمعتہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

وقد قال اللہ تعالیٰ ما ننسخ من اٰیۃ او ننسہا۔

(بخاری نظامی جلد ثانی ص۶۴۴)

حدیث دوئم عن علقمۃ قال دخلت نفر من اصحاب عبد اللہ الشام فسمع بنا ابو الدرداء فاتانا فقال افیکم من یقرأ فقلنا نعم قال فایکم اقرأ فاشاروا الیّ فقال اقرأ فقرأت واللیل اذا یغشیٰ والنہار اذا تجلّٰی والذکر والانثیٰ قال انت سمعتہا من فی صاحبک قلت نعم قال فانا سمعتہا من فی النبی صلی اللہ علیہ وسلّم وھولاء یابون علینا۔

(بخاری جلد ثانی ص۷۴۱)

حدیث سوئم عن زر قال سالت ابی بن کعب قلت ابا المنذر ان اخاک ابن مسعود یقول کذا وکذا فقال اُبی سالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال لی قیل لی قل فقلت فنحن نقول کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (بخاری جلد ثانی ص۷۴۴)

ف چونکہ تینوں حدیثوں کا خلاصہ مضمون اوپر گزر چکا ہے لہٰذا ترجمہ نہیں لکھا گیا۔ بالجملہ یہ خرابی تو عموم اجتہاد میں ہوگی اور ممکن ہے کہ ایسے اجتہاد کی کوئی تقلید بھی کرنے لگے۔ دوسری یہ کہ اجتہاد کو مطلقاً ناجائز سمجھ کر نہ خود اجتہاد کریں گے نہ کسی کے اجتہاد پر عمل کریں گے۔ صرف ظاہر حدیث پر عمل کریں گے سو اس میں ایک خرابی تو یہ ہوگی کہ جو احکام نصوص صریحہ میں مسکوت عنہ ہیں ان میں اپنے یا غیر کے اجتہاد پر تو اس لیئے عمل نہیں کر سکتے کہ اس کو ناجائز سمجھتے

ہیں اور صراحتہً وہ حکم نصوص میں مذکور نہیں۔ پس بجز اس کے کہ کچھ بھی نہ کریں اور ترک عمل کر کے تعطل و بطالت کو اختیار کریں اور کیا ہو سکتا ہے اور یہ ترک ہے امر خامس کا امور مذکورہ میں سے اور ایسے احکام کثرت سے ہیں کہ اُن کا احاطہ و حصر مشکل ہے، چنانچہ جزئیات فتوٰی کے مطالعہ کرنے سے ظاہر ہو سکتا ہے۔

دوسری خرابی یہ ہوگی کہ بعض احادیث کے ظاہری معنی پر یقیناً عمل جائز نہیں جیسے یہ حدیث ہے

حدیث وفی اخری لمسلم صلی الظہر والعصر جمیعا والمغرب و العشاء جمیعا من غیر خوف ولا سفر

(تیسیر کلکتہ صفحہ ۲۴۰ کتاب الصلٰوۃ باب تا من فصل ثانی)

ترجمہ: اور مسلم کی ایک روایت ہے کہ نماز پڑھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ظہر اور عصر ایک ساتھ جمع کر کے اور مغرب اور عشاء ایک ساتھ جمع کر کے بدون خوف کے اور بدون سفر کے فقط۔

حالانکہ بلا عذر حقیقتہً جمع کرنا کسی کے نزدیک جائز نہیں جیسا ظاہراً حدیث سے مفہوم ہوتا ہے اسی لیے اس میں قوت اجتہادیہ سے تاویل کی جاتی ہے پس اگر ان احادیث کے ظاہر پر عمل کیا جاوے گا تو مخالفت اجماع کی لازم آئے گی جس میں ترک ہے امر رابع کا۔ تیسری صورت یہ کہ نہ خود اجتہاد کریں نہ ہر جگہ ظاہر حدیث پر عمل کریں بلکہ مسائل مشکلہ میں ائمہ کی بلا تعیین تقلید کریں کبھی ایک مجتہد کے فتوٰی پر عمل کر لیا کبھی دوسرے کے فتوٰی کو لے لیا سو اس میں بعض حالتوں میں تو اجماع کی مخالفت لازم آئے گی۔ مثلاً ایک شخص نے

وضو کر لیا پھر خون نکلوایا جس سے امام ابو حنیفہ کے نزدیک وضو ٹوٹ جاتا ہے اور کہا کہ میں امام شافعی کا فتویٰ لیتا ہوں کہ خون نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا اس کے بعد عورت کو شہوت سے ہاتھ لگایا جس سے امام شافعی کے نزدیک وضو ٹوٹ جاتا ہے ۔ اور کہا کہ اس میں امام ابو حنیفہ کا فتویٰ لیتا ہوں کہ اس سے وضو نہیں ٹوٹتا اور بلا تجدید وضو نماز پڑھ لی ، چونکہ اس شخص کا وضو بالاجماع ٹوٹ چکا ہے گو سبب مختلف ہو اس لیے سب کے نزدیک اس کی نماز باطل ہوئی ۔ پس اس میں ترک ہوا امر رابع کا امور مذکورہ میں سے اور بعض حالتوں میں گو مخالفت اجماع کی لازم نہ آئے گی لیکن بوجہ غلبۂ غرض پرستی کے اس کا نفس مسائل مختلفہ میں اسی قول کو لے گا جو اس کی خواہشِ نفسانی کے موافق ہو اور اس میں غرض دنیوی حاصل ہوتی ہو ۔ پس اس قول کو دین سمجھ کر نہ لے گا ۔ بلکہ خاص غرض یہی ہو گی کہ اس میں مطلب نکلے تو یہ شخص ہمیشہ دین کو تابع خواہش نفسانی کے بنائے رہے گا ۔ خواہش نفسانی کو دین کے تابع نہ کرے گا ۔ اور اس میں ترک ہے امر ثانی کا امور مذکورہ میں سے ، اور ظاہر ہے کہ ایسے شخص کی نیت عمل میں اور تحقیق مسئلہ میں یہی ہو گی کہ حظ نفس اور غرضِ دنیوی حاصل ہو ۔ اگر ایک امام کا قول اس کی مصلحت کے موافق نہ ہو گا دوسرے کا تلاش کرے گا ۔ غرض علمِ دین اور عملِ دین دونوں میں نیت اس کی خالص اور طلب رضائے حق نہ ہو گی اور اس میں ترک ہے امر اول کا امور مذکورہ میں سے اور جس شخص کا نفس اس آزادی کا خوگر ہو جائے گا بعد چندے اس آزادی کا فریع سے اصول میں پہنچ جانا جو صریح ضرر دین ہے عجیب و بعید

نہیں بلکہ غالب و قریب ہے۔

بس اس اعتبار سے اس بے قیدی کی عادت میں قوی اندیشہ ضرر دین کا اور یہ ترک ہے امر ثالث کا امور مذکورہ میں سے بس تقریر ہذا سے بحمد اللہ تعالے یہ امر بخوبی واضح ہو گیا کہ ترک تقلید شخصی سے یہ امور خمسہ بلا شبہ خلل پذیر ہو جاتے ہیں۔

نمبر ۱. علم و عمل میں نیت کا خالص دین کے لیے ہونا.

نمبر ۲. خواہش نفسانی پر دین کا غالب رکھنا یعنی خواہش نفسانی کو دین کے تابع بنانا۔

نمبر ۳. ایسے امر سے بچنا جس میں اندیشہ قوی اپنے ضرر دین کا ہو.

نمبر ۴. اہل حق کے اجماع کی مخالفت نہ کرنا

نمبر ۵. دائرہ احکام شرعیہ سے نہ نکلنا اور تقلید شخصی میں اس خلل کا معتد بہ انسداد اور علاج ہے۔

پس مقدمہ اولیٰ تو ثابت ہو چکا رہا دوسرا مقدمہ یعنی ان امور خمسہ کا واجب بالذات ہونا سو یہ احادیث سے صراحۃً ثابت ہے.

حدیث اول عن عمر بن الخطاب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما الاعمال بالنیات وانما لامرئ ما نوی فمن کانت ھجرتہ الی اللہ ورسولہ فھجرتہ الی اللہ ورسولہ ومن کانت ھجرتہ الی دنیا یصیبھا او امرأۃ یتزوجھا فھجرتہ الی ما ھاجر الیہ

(متفق علیہ مشکوٰۃ انصاری ص۲)

ترجمہ:۔ حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمام اعمال نیت پر ہیں اور آدمی کو وہی ملتا ہے جو اس کی نیت ہو۔ پس جس شخص کی ہجرت اللہ ورسولؐ کی طرف مقصود ہو اس کی ہجرت اللہ و رسول کی طرف واقع ہوتی ہے اور جس شخص کی ہجرت دنیا کی طرف مقصود ہو کہ اس کو حاصل کرنا چاہتا ہے یا کسی عورت کی طرف ہے کہ اس سے نکاح کرے گا تو اس کی ہجرت اسی شئے کی طرف ہے جس کے لیے ہجرت کی ہے روایت کیا اس کو بخاری اور مسلم نے۔

ف:۔ اس حدیث سے امر اوّل یعنی نیت کے خالص ہونے اور ظاہر کرنے کا وجوب ظاہر ہے۔ دیکھو ہجرت کتنا بڑا عمل ہے جس سے بحکم دوسری حدیث کے سب گزشتہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں مگر جب اس میں دنیوی غرض آگئی تو اکارت ہو گئی اس پر ملامت و شناعت فرمائی جو ترک واجب پر ہوتی ہے۔

حدیث دوم ۲

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من تعلم علما مما یبتغی بہ وجہ اللہ لا یتعلمہ الا لیصیب بہ عرضا من الدنیا لم یجد عرف الجنۃ یوم القیمۃ یعنی ریحھا. رواہ احمد وابو داؤد وابن ماجہ مشکوٰۃ انصاری صفحہ ۲۶

ترجمہ:۔ ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص کوئی ایسا علم جس سے حق سبحانہٗ وتعالےٰ کی رضا طلب کی جاتی ہے (یعنی علم دین خواہ بہت سا یا ایک آدھ مسئلہ) سیکھے اور غرض اس کے سیکھنے کی اور کچھ نہ ہو بجز اس کے کہ اس کے ذریعہ سے کچھ متاعِ دنیا حاصل کرلوں گا تو قیامت کے

روز وہ شخص خوشبوئے جنت نہ پاوے گا۔ روایت کیا اس کو احمد اور ابوداؤد اور ابن ماجہ نے۔

ف مسئلہ پوچھنے میں یہ نیت ہونا کہ اس کی آڑ میں کوئی دنیا کا مطلب نکالیں گے اس حدیث میں اس پر کس قدر سخت وعید فرمائی ہے۔ پس یہ حدیث بھی امر اول کے وجوب پر دال ہے۔

حدیث سوم ۳

عن عبد اللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یؤمن احدکم حتّٰی یکون ھواہ تبعا لما جئت به رواہ فی شرح السنة وقال النووی فی اربعینه ھٰذا حدیث صحیح رویناہ فی کتاب الحجة باسناد صحیح مشکوٰة صفحہ ۲۳

ترجمہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کبھی کوئی شخص مومن کامل نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ اس کی خواہش نفسانی ان احکام کی تابع نہ ہو جائے جن کو میں لایا ہوں۔ روایت کیا اس کو شرح السنہ میں نووی نے اس کو اپنے اربعین میں صحیح کہا ہے۔

ف : اس حدیث سے امر ثانی کا وجوب ظاہر ہے۔

حدیث چہارم ۴

عن النعمان بن بشیر فی حدیث طویل قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من وقع فی شبھات وقع فی الحرام کالراعی یرعی حول الحمی یوشك ان یرتع فیه الا وان لکل ملك حمی الا وان حمی اللہ محارمه الحدیث متفق علیه (مشکوٰة انصاری ص ۲۴۳)

ترجمہ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے ایک حدیث طویل میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص شبہات میں پڑنے لگتا ہے وہ

ضرور حرام میں واقع ہوتا ہے۔ اس کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی چرواہا ایسی چراگاہ کے آس پاس چرائے جس کی گھاس کسی نے روک رکھی ہو تو احتمال قریب ہے کہ اس چراگاہ کے اندر وہ چرنے لگے۔ یاد رکھو۔ ہر بادشاہ کے یہاں ایسی چراگاہ ہوتی ہے یاد رکھو کہ اللہ تعالےٰ کے یہاں کی ایسی چراگاہ وہ چیزیں ہیں جن کو اللہ تعالےٰ نے حرام کر دیا ہے۔ روایت کیا اس کو بخاری و مسلم نے۔

ف اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جس چیز سے اندیشہ حرام میں پڑنے کا ہو اس سے بچنا ضروری ہے۔ اور امر ثالث یہی ہے اور یہی معنی ہیں علماء کے اس قول مشہور کے کہ مقدمہ حرام کا حرام ہے۔

حدیث پنجم ۵ عن عطیة السعدی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یبلغ العبد ان یکون من المتقین حتی یدع مالا باس بہ حذرا لما بہ باس (رواہ الترمذی وابن ماجہ (مشکوٰۃ انصاری ص ۲۴۲)

ترجمہ ،عطیہ سعدی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ اس درجہ کو متقیوں میں داخل ہو جائے نہیں پہنچتا یہاں تک کہ جن چیزوں کو خود کوئی خرابی نہیں ان کو ایسی چیزوں کے اندیشہ سے چھوڑ دے جن میں خرابی ہے روایت کیا اس کو ترمذی اور ابن ماجہ نے۔

ف ۔ چونکہ تقویٰ بنص قرآنی اتقوا واجب ہے اور وہ اس حدیث کی رو سے موقوف ہے ایسی چیزوں کے ترک پر جن سے اندیشہ وقوع فی المعصیۃ کا ہو اس لیے یہ بھی واجب ہوا پس یہ حدیث بھی امر ثانی کے وجوب پر دال ہے۔

حدیث ششم

عن ابی مالک الاشعریؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد اجارکم اللہ تعالیٰ من ثلث خلال ان لا یدعو علیکم نبیکم فتھلکوا جمیعًا وان لا یظھر اللہ اھل الباطل علیٰ اھل الحق وان لا تجتمعوا علیٰ ضلالۃ اخرجہ ابوداؤد۔

(تیسیر کلکتہ صفحہ ۳۶۳ کتاب الفضائل باب رابع)

ترجمہ۔ ابومالک اشعریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو تین باتوں سے محفوظ رکھا ہے ایک تو یہ کہ تمہارے نبی تم پر بددعا نہ کریں گے جس سے تم سب کے سب ہلاک ہو جاؤ اور دوسرے یہ کہ اہلِ باطل کو اللہ تعالیٰ تمام اہلِ حق پر غالب نہ کریں گے تیسرے یہ کہ تم لوگ کسی گمراہی کی بات پر متفق و مجتمع نہ ہو گے۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے۔

حدیث ہفتم

عن معاذ بن جبل قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الشیطان ذئب الانسان کذئب الغنم یاخذ الشاذۃ والقاصیۃ والناحیۃ وایاکم والشعاب وعلیکم بالجماعۃ والعامۃ رواہ احمد (مشکوٰۃ انصاری ص ۲۳)

ترجمہ۔ حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ بے شک شیطان بھیڑیا ہے انسان کا جیسا کہ بکریوں کا بھیڑیا ہوتا ہے کہ اس بکری کو پکڑتا ہے جو گلہ سے نکل بھاگی ہو اور ان سے دور جا پڑی ہو اور کنارہ رہ گئی ہو تم بھی اپنے کو مختلف راہوں سے بچاؤ اور اپنے کو (اہلِ دین کے) عام جماعت میں رکھو، روایت کیا اس کو احمد نے۔

حدیث ہشتم

وعن ابی ذر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من فارق الجماعۃ شبرًا فقد خلع ربقۃ الاسلام من عنقہ رواہ احمد وابوداؤد (مشکوٰۃ انصاری ص ۲۳)

ترجمہ۔ ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اہل دین کی جماعت سے ایک بالشت برابر بھی جدا ہوا اس نے اسلام کا حلقہ اپنی گردن سے نکال دیا۔ روایت کیا اس کو احمد و ابوداؤد نے۔

ف ان تینوں حدیثوں کے مجموعہ سے ثابت ہوا کہ امت محمدیہ جس امر پر اتفاق و اجماع کرلیں وہ ضلالت نہ ہوگا، تو ضرور ہے کہ اس کی ضد اور خلاف ضلالت ہوگا کما قال تعالیٰ فماذا بعد الحق الا الضلال، اور اجماع میں شریک رہنے کی تاکید اور اس سے جدا ہونے پر وعید فرمائی پس مخالفت اجماع کی ناجائز اور وقوع فی الضلالۃ ہوگی پس اجماع کے مقتضے پر عمل واجب ہوگا۔ اس سے امر رابع کا وجوب ظاہر ہوگیا۔

حدیث نہم

عن ابن عباسؓ قال قال علیؓ لعمرؓ یا امیر المؤمنین لقد علمت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال رفع القلم عن ثلثۃ عن الصبی حتّٰی یبلغ وعن النائم حتّٰی یستیقظ وعن المعتوہ حتّٰی یبرأ الحدیث اخرجہ ابوداؤد (تیسیر کلکتہ ص ۱۳۶ کتاب الحدود باب ثانی)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالے عنہ سے فرمایا کہ اے امیر المومنین آپ کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین شخص مرفوع القلم ہوتے ہیں

ایک نابالغ جب تک کہ بالغ ہو دوسرا جو سو رہا ہے جب تک کہ بیدار ہو تیسرا مجنون جب تک کہ اچھا ہو۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد نے

ف۔ اوّل تو یہ مسئلہ ایسا بدیہی ہے کہ اس میں استدلال ہی کی حاجت نہیں پھر اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ بجز اُن لوگوں کے جن کو شرع نے مرفوع القلم کیا ہے باقی سب مکلف ہیں دائرہ احکام سے کسی کو نکلنا جائز نہیں قرآن پاک میں بھی یہ مسئلہ منصوص ہے قال اللہ تعالیٰ۔ افحسبتم انما خلقنٰکم عبثا۔ الآیۃ وقال اللہ تعالیٰ ایحسب الانسان ان یترک سُدی۔

پس امر خامس کا وجوب بھی ثابت ہو گیا اور وجوب ان امور خمسہ کا مقدمہ ثانیہ تھا پس بحمد اللہ دلیل کے دونوں مقدمے ثابت ہو گئے پس مدعا کہ وجوب تقلید شخصی ہے ثابت ہو گیا۔ حاصل استدلال کا مختصر عنوان میں یہ ہوا کہ تقلید شخصی مقدمہ ہے واجب کا اور مقدمہ واجب کا واجب ہے۔

مقدمۃ الواجب واجب

اور یہ قاعدہ کہ مقدمہ واجب کا واجب ہوتا ہے ہر چند کہ بدیہی اور سب اہل ملل واہل عقل کے مسلمات سے ہے، محتاج اثبات نہیں، مگر تبرعاً ایک حدیث بھی تائید کے لیے لائی جاتی ہے۔

حدیث عن عقبۃ بن عامر قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من علم الرمی ثم ترکہ فلیس منا او قد عصی رواہ مسلم

(مشکوٰۃ انصاری ص ۳۲۸)

ترجمہ: عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ہے سُنا فرماتے تھے کہ جو شخص تیر اندازی سیکھ کر چھوڑ دے وہ ہم سے خارج ہے یا یہ فرمایا کہ وہ گناہ گار ہوا روایت کیا اس کو مسلم نے۔

ف ظاہر ہے کہ تیر اندازی کوئی عبادت مقصودہ فی الدین نہیں مگر چونکہ بوقت حاجت ایک واجب یعنی اعلاء کلمۃ اللہ کا مقدمہ ہے اس لیے اس کے ترک پر وعید فرمائی جو علامت ہے وجوب وقت الحاجت کی۔ اس سے ثابت ہوا کہ مقدمہ واجب کا واجب ہوتا ہے۔ اب دلیل مذکور پر دو شبے وارد ہو سکتے ہیں

جواب شبہ بر عموم وجوب تقلید شخصی

ایک یہ کہ تقریر مذکور میں تصریح ہے کہ اکثر طبائع کی ایسی حالت ہے کہ بدون تقلید شخصی کے وہ مفاسد میں مبتلا ہو جاتے ہیں تو یہ وجوب بھی اُن ہی اکثر کے اعتبار سے ہونا چاہیئے عام فتویٰ وجوب کا کیوں دیا جاتا ہے جواب اس شبہ کا یہ ہے کہ یہ قاعدہ ہے کہ انتظامی احکام میں جو مفاسد سے بچانے کے لیے ہوں اعتبار اکثر ہی کا ہوتا ہے اور اکثر کی حالت پر نظر کر کے حکم عام دیا جاتا ہے۔ اور یہی معنی ہیں کہ فقہاء کے اس قول کے کہ جس امر میں عوام کو ابہام ہو۔ وہ خواص کے حق میں بھی مکروہ ہو جاتا ہے اور اس قاعدہ کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے۔

حدیث عن جابر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم حین اتاہ عمر فقال انا نسمع احادیث من یہود تعجبنا افتری ان نکتب بعضہا فقال امتہوکون انتم کما تہوکت الیہود والنصاریٰ۔ الحدیث رواہ احمد والبیہقی فی شعب الایمان) (مشکوٰۃ انصاری ص ۳۲)

ترجمہ ۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ ہم لوگ یہود سے بہت سی ایسی باتیں سنتے ہیں جو اچھی معلوم ہوتی ہیں کیا آپؐ اجازت دیتے ہیں کہ بعض باتیں لکھ لایا کریں آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ کیا تم بھی یہود و نصاریٰ کی طرح اپنے دین میں متحیر ہونا چاہتے ہو۔ روایت کیا اس کو احمد نے اور بیہقی نے شعب الایمان میں۔

ف چونکہ ان مضامین کے لکھنے میں اکثر لوگوں کی خرابی کا اندیشہ تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عام ممانعت فرمادی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے فہیم اور صلب[1] فی الدین شخص کو بھی اجازت نہ دی اس سے معلوم ہوا کہ جس امر میں فتنۂ عامہ ہو اُس کی اجازت خواص کو بھی نہیں دی جاتی۔ بشرطیکہ وہ امر ضروری فی الدین نہ ہو۔ بس وہ شبہ رفع ہوگیا اور اس کی وجہ معلوم ہوگئی کہ خواص کو ترک تقلید شخصی کی اجازت کیوں نہیں دی جاتی اور وجوب کو سب کے حق میں عام کہا جاتا ہے۔

حدیث دیگر عن شقیق قال کان عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ یذکر الناس فی کل خمیس فقال لہ رجل یا ابا عبد الرحمٰن لوددت انک ذکرتنا فی کل یوم قال اما انہ یمنعنی من ذٰلک انی اکرہ ان املکم وانی

---

[1] یعنی دین پر مضبوطی سے قائم۔ ۱۲ سید حسن مصحح عفی عنہ

اتخولکم بالموعظة کما کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتخولنا بہا مخافۃ السآمۃ علینا متفق علیہ (مشکوٰۃ انصاری ص۲۵)

ترجمہ۔ شقیق سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر جمعرات کو ہم کو وعظ سناتے۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ ہمارا جی چاہتا ہے کہ آپ ہر روز وعظ فرمایا کریں، آپ نے فرمایا کہ مجھ کو یہ امر مانع ہے کہ میں پسند نہیں کرتا کہ تم اکتا جاؤ اس لیے وقتاً فوقتاً وعظ سے خبرگیری کرتا رہتا ہوں جیسا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ہم لوگوں کے اکتا جانے کے اندیشہ سے وقتاً فوقتاً (یعنی کچھ ناغہ کرکے) وعظ سے خبرگیری فرمایا کرتے تھے۔ روایت کیا اس کو بخاری ومسلم نے۔

ف ظاہر ہے کہ سننے والوں میں سب تو اکتانے والے تھے ہی نہیں، چنانچہ خود سائل کا شوق سوال سے معلوم ہوتا ہے لیکن اکثر طبائع کی حالت کا اعتبار کرکے آپ نے سب کے ساتھ ایک ہی معاملہ کیا اور یہی عادت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیان کی پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمل سے اس قاعدہ کا ثبوت ہوگیا۔ اور روایت کثیرہ میں احکام کثیرہ کا اس قاعدہ پر مبنی ہونا وارد ہے پس یہ شبہ مذکور رفع ہوگیا۔

جواب شبہ عدم ثبوت یک مقدمہ وجوب تقلید شخصی از حدیث

دوسرا شبہ جو محض لاشئے ہے یہ ہے کہ اس دلیل مذکور کا ایک مقدمہ یعنی امور خمسہ مذکورہ کا واجب ہونا بلاشک حدیث سے ثابت ہے لیکن ایک مقدمہ یعنی تقلید

شخصی کے ترک سے ان امور میں خلل پڑنا یہ صرف تجربہ و مشاہدہ ہے حدیث میں نہیں آیا، جب صرف ایک مقدمہ حدیث میں ہے۔ دوسرا حدیث میں نہیں پھر دعوٰے کیسے حدیث سے ثابت ہوا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اسی دعوٰی کی کیا خصوصیت ہے؟ یہ قصہ تو تمام شرعی دعووں میں ہے مثلاً ایک شخص کی عمر بیس پچیس برس کی ہے۔ اس پر تمام علماء و عقلاء نماز کو فرض کہتے ہیں اور اگر کسی سے دلیل پوچھی جاوے تو یہی کہا جاوے گا کہ صاحب قرآن و حدیث کی رو سے اس پر نماز فرض ہے حالانکہ قرآن و حدیث میں اس دلیل کا صرف ایک مقدمہ آیا ہے کہ بالغ پر نماز فرض ہے، رہا دوسرا مقدمہ کہ زید بالغ ہے یا نہیں نہ قرآن میں ہے۔ نہ حدیث میں محض ایک واقعہ ہے جو مشاہدہ و معائنہ سے ثابت ہے مگر پھر بھی یوں کوئی نہیں کہتا کہ جب ایک مقدمہ قرآن و حدیث سے ثابت نہیں تو اس شخص پر نماز کا فرض ہونا قرآن و حدیث سے ثابت نہیں، بات یہ ہے کہ قرآن و حدیث بیان احکام کلیہ کے لیے ہے نہ بیان واقعات جزئیہ کے لئے۔

واقعات کا وجود ہمیشہ مشاہدہ ہی سے ثابت ہوتا ہے اور ان احکام کے وارد فی القرآن و الحدیث ہونے سے اُس دعوٰی کو ثابت بالقرآن و الحدیث کہا جاتا ہے یہی تقریر شبہ مذکور کے جواب میں جاری کرلو اور یہ اوپر طے ہوچکا ہے کہ یہ وجوب بالغیر بالذات نہیں پس بحمد اللہ کسی قسم کا خدشہ باقی نہیں رہا اور بلا غبار حدیث سے تقلید شخصی کا وجوب ثابت ہوگیا

وجہ تخصیص مذاہب اربعہ و در بعض بلاد تخصیص مذہب حنفی

رہا یہ امر کہ مذہب اربعہ ہی کی کیا تخصیص ہے مجتہد تو بہت سے گزرے ہیں جن کے اسماء اقوال جا بجا کتابوں میں پائے جاتے ہیں پھر ان اربعہ میں سے تم نے مذہب حنفی ہی کو کیونکر اختیار کر لیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جب اوپر ثابت ہو گیا کہ تقلید شخصی ضروری ہے اور مختلف اقوال لینا متضمن مفاسد ہے تو ضرور ہوا کہ ایسے مجتہد کی تقلید کی جاوے، جس کا مذہب اصولاً و فروعاً ایسا مدون و منضبط ہو کہ قریب قریب سب سوالات کا جواب اس میں جزئیاً یا کلیاً مل سکے تاکہ دوسرے اقوال کی طرف رجوع نہ کرنا پڑے اور یہ امر منجانب اللہ ہے کہ یہ صفت بجز مذاہب اربعہ کے کسی مذہب کو حاصل نہیں تو ضرور ہوا کہ ان ہی میں سے کسی مذہب کو اختیار کیا جاوے کیونکہ مذہب خامس کو اختیار کرنے میں پھر وہی خرابی عود کرے گی کہ جن سوالات کا جواب اس میں نہ ملے گا۔ اس کے لیے دوسرے مذہب کی طرف رجوع کرنا پڑے گا تو نفس کو وہی مطلق العنانی کی عادت پڑے گی جس کا فساد اوپر مذکور ہو چکا ہے یہ وجہ ہے انحصار کی مذاہب اربعہ میں اور اسی بناء پر مدت سے اکثر جمہور علماء اُمت کا یہی تعامل اور توارث چلا آرہا ہے حتیٰ کہ بعض علماء نے ان مذاہب اربعہ میں اہل سنت والجماعت کے منحصر ہونے پر اجماع نقل کیا ہے رہا یہ امر کہ اور مذاہب اس طرح سے کیوں نہیں مدون ہوئے اس کے اسباب کی تحقیق اس مقام میں ضروری نہیں خواہ اس کے کچھ ہی اسباب ہوئے ہوں مگر ہم جب ایسے وقت میں موجود ہیں کہ

ہم سے پہلے بلا ہمارے کسی فعل اختیاری کے اور مذاہب غیر مدون ہونے کی حالت میں ہیں اور یہ مذاہب اربعہ مدون ہیں ہمارے لیے انحصار ثابت ہوگیا۔ رہی دوسری بات کہ تم نے مذہب حنفی ہی کو کیوں اختیار کر رکھا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہم ایسے مقام پر ہیں جہاں سے بلا ہمارے اکتساب کے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہی کا مذہب شائع ہے اور اسی مذہب کے علماء اور کتابیں موجود ہیں اگر ہم دوسرا مذہب اختیار کرتے تو واقعات کے احکام کا معلوم ہونا مشکل ہوتا ہے کیونکہ علماء بوجہ تحصیل و کثرت اشتغال و مزاولت جس درجہ اپنے مذہب سے واقف اور ماہر ہیں دوسرے مذہب پر اس قدر نظر وسیع و دقیق نہیں رکھ سکتے گو کتب کا مطالعہ ممکن ہے چنانچہ اہل علم پر یہ امر بالکل بدیہی و ظاہر ہے

رہا یہ کہ جہاں سب مذاہب شائع ہیں وہاں یہ کلفت بھی نہیں، وہاں جا کر تم حنفی کیوں بنے رہتے ہو؟ اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ پہلے سے بوجہ ضرورت مذکورہ اس مذہب پر عمل کر رہے ہیں۔ اب دوسرا مذہب اختیار کرنے میں اسی تقلید شخصی کا ترک لازم آتا ہے جس کی خرابیوں کا بیان ہو چکا ہے رہا یہ کہ ایسے مقامات پر پہنچ کے بعد اب سے اس دوسرے ہی مذہب کی تقلید شخصی اختیار کر لی جایا کرے کہ سب واقعات میں اسی پر عمل ہوا کرے اور پہلا مذہب بالکلیہ چھوڑ دیا جائے اس کا جواب یہ ہے کہ آخر ترک کرنے کی تو کوئی وجہ متعین ہونی چاہیے جس شخص کو قوت اجتہادیہ نہ ہو اور اسی کے باب میں کلام ہو رہا ہے وہ ترجیح کے وجوہ تو سمجھ نہیں سکتا تو پھر یہ فعل ترجیح بلا مرجح ہوگا اور اگر کوئی تھوڑا بہت سمجھ بھی سکتا ہو تو اس کے ارتکاب میں

دوسرے عوام الناس کے لیے جو متبع ہیں خواہش نفسانی کے ترک تقلید شخصی کا باب مفتوح ہوتا ہے اور اوپر حدیث سے بیان ہو چکا کہ جو امر عوام کے لیے باعث فساد ہو اس سے خواص کو بھی روکا جا سکتا ہے اور یہی مبنی ہے کہ علماء کے اس قول کا کہ انتقال عن المذھب ممنوع ہے۔

رہا یہ کہ جو شخص آج ہی اسلام قبول کرے یا عدم تقلید چھوڑ کر تقلید اختیار کرے تو اس کے لیے مذہب حنفی کی ترجیح کی کیا وجہ ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اگر وہ شخص ایسی جگہ ہے کہ جہاں مذہب حنفی شائع ہے۔ تب تو اس کے لیے یہی امر مرجح ہے۔ جیسا اوپر بیان ہوا اور اگر وہ ایسے مقام پر ہے جہاں چند مذاہب شائع ہیں تو اس کیلئے دعوٰی ترجیح مذہب حنفی کا نہیں کیا جاتا بلکہ وہ علی التساوی مختار ہے جس مذہب کو اس کا قلب قبول کرے اس کو اختیار کرے مگر پھر اسی کا پابند رہے البتہ اگر کسی ایک مذہب معین کا مقلد ایسی جگہ پہنچے جہاں اس مذہب کا کوئی عالم نہ ہو اور یہ شخص خود بھی عالم نہیں ہے اور اس کو کوئی مسئلہ پیش آوے چونکہ یہاں اپنے مذہب پر عمل ممکن نہیں اور نہ دوسرے مذہب پر عمل کرنے میں کوئی خرابی لازم ہے ایسے شخص کو جائز بلکہ واجب ہے کہ مذہب اربعہ میں سے جو مذہب وہاں شائع ہو علماء سے دریافت کر کے اسی پر عمل کرے ایسے شخص کی بعد مذکور مذہب سابق کی تقلید شخصی کو واجب نہیں کہا جاوے گا لیکن ایسی صورت شاذ و نادر واقع ہو گی ورنہ اکثر حالات میں تو اس کے وجوب ہی کا حکم محفوظ ہے اب بفضلہ تعالٰی اس مقصد کے متعلق کوئی خدشہ موجب وسوسہ نہیں رہا۔

مقصد ششم

جواب شبہ منع قرآن از قیاس

بعض شبہات کثیرۃ العروض کا جواب

شبہ اول

قرآن پاک کی اس آیت میں ظن وقیاس کی مذمت آئی ہے ان الظن لا یغنی من الحق شیئا یعنی ظن افادۂ حق میں بالکل بھی کافی نہیں اور مجوزین قیاس خود قیاس کو ظنی کہتے ہیں

جواب ظن سے مراد مطلق ظن نہیں ورنہ اولاً یہ آیت اُن احادیث کے معارض ہوگی جن سے اس کا جواز ثابت۔ اور مقصد اول میں لکھی گئیں۔ ثانیاً اکثر احادیث اخبار آحاد ہیں اور اخبار آحاد مفید ظن ہوتی ہیں اور بعض احادیث جو متواتر ہیں، ان میں بھی اکثر محتمل وجوہ متعددہ ہیں ان سے ایک کی تعیین وترجیح خود ظنی ہوگی تو لازم آئے گا کہ نعوذ باللہ حدیث پر بھی عمل جائز نہ رہے اور دونوں امر باطل ہیں پس ظن سے مراد مطلق ظن نہیں ہے بلکہ مراد آیت میں ظن سے زعم بلا دلیل ہے۔ چنانچہ ایک مقام پر ارشاد ہے۔

وقالوا ما ہی الا حیاتنا الدنیا نموت ونحیا وما یہلکنا الا الدھر

وما لھم بذالک من علم ان ہم الا یظنون۔

ترجمہ : اور کفار نے کہا کہ ہماری صرف یہی دنیا کی حیات ہے ہم میں کوئی مرتا ہے کوئی پیدا ہوتا ہے اور ہم کو تو صرف زمانہ ہلاکت کرتا ہے۔ حالانکہ ان کے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں صرف اُن کا ظن ہی ظن ہے۔

اور یقینی بات ہے کہ کفار کے پاس اس عقیدہ میں کہ دہر فاعل ہے دلیل ظنی اصطلاحی نہ تھی بلکہ محض ان کا دعویٰ بلا دلیل تھا اس کو ظن فرمایا۔ اسی طرح اوپر کی آیت میں مراد ہے ۔

شبہ دوئم

جواب شبہ منع قرآن از تقلید و معنی آیت وَاِذَا قِیلَ لَھُم اتبعوا الخ

قرآن کی اس آیت میں تقلید کی مذمت آئی ہے وَاذا قیل لھم اتبعوا ما انزل اللہ قالوا بل نتبع ما وجدنا علیہ اباءنا اولو کان آباءھم لا یعقلون شیئا ولا یھتدون

ترجمہ : جب ان کفار سے کہا جاتا ہے کہ پیروی کرو ان احکام کی جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائے ہیں تو وہ جواب میں کہتے ہیں کہ نہیں ہم تو اسی طریق کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے آباء واجداد کو پایا ہے (حق تعالےٰ بطور رد کے فرماتے ہیں کیا ہر حالت میں اپنے آباء واجداد ہی کی پیروی کرتے رہیں گے گو ان کے آباء واجداد نہ کچھ دین کو سمجھتے ہوں نہ حق کی راہ پاتے ہوں ۔

پس معلوم ہوا کہ قرآن وحدیث کے ہوتے ہوئے اپنے بزرگوں کے طریقہ پر چلنا برا ہے ۔اسی طرح دوسری آیت میں ارشاد ہوا کہ جب تم میں نزاع ہو تو اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرو ۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی امام ومجتہد کی طرف رجوع نہ کرنا چاہیئے ۔ وہ آیت یہ ہے ۔ فان تنازعتم فی شیٍٔ فردوہ الی اللہ والرسول ۔

جواب۔ اس آیت کے ترجمہ ہی سے معلوم ہو سکتا ہے کہ کفار کی تقلید سے اس تقلید مبحوث عنہ کو کوئی مناسبت نہیں۔ تقلید کفار کی مذمت میں دو وجہ فرمائی گئیں:۔ **اول** :۔ یہ کہ وہ آیات و احکام کو رد کرتے اور کہتے ہیں کہ ہم اُن کو نہیں مانتے بلکہ اپنے بزرگوں کا اتباع کرتے ہیں۔

دوسرے :۔ یہ کہ ان کے وہ بزرگ عقل دین وہدایت سے خالی تھے۔

سو اس تقلید میں یہ دونوں وجہ موجود نہیں۔ نہ تو کوئی مقلد یہ کہتا ہے کہ ہم آیات و احادیث کو نہیں مانتے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ دین ہمارا آیت وحدیث ہی ہے مگر ہیں بے علم یا کم علم یا ملکۂ اجتہاد وقوت استنباط سے عاری ہوں اور فلاں عالم یا امام پر حسن ظن اور اعتقاد رکھتا ہوں کہ وہ آیات واحادیث کے الفاظ اور معانی کا خوب احاطہ کیے ہوئے تھے تو انہوں نے جو اس کا مطلب سمجھا وہ میرے نزدیک صحیح اور راجح ہے۔ لہذا میں عمل تو حدیث ہی پر کرتا ہوں مگر ان کے تبلانے کے موافق، اسی لیے علماء نے تصریح کی ہے کہ قیاس مظہر احکام ہے نہ مثبت احکام اور یہ مضمون کبھی کافی عبارت میں ادا کرتا ہے کبھی مجمل عبارت میں مگر مقصود یہی ہوتا ہے غرض کوئی مقلد قرآن وحدیث کو رد نہیں کرتا اور جس کی تقلید کرتا ہے، نہ وہ علم ہدایت سے معرا تھے جیسا تواتر سے ان کا عاقل اور مہتدی ہونا ثابت ہے۔ پس جب اس تقلید میں دونوں وجہ نہیں پائی جاتیں۔ پس اس تقلید کی مذمت آیت سے ثابت نہ ہوئی اور مطلق تقلید مراد کیسے ہو سکتی ہے کیونکہ اس تقریر پر آیت کا معارضہ لازم آئے گا۔ ان احادیث کے ساتھ جو مقصد اول میں جواز تقلید کے باب میں گزر چکی ہیں۔

بخلاف رائے مجتہدین کے وہ دلیل شرعی کی طرف مستند ہوتی ہے اور خود صحابہؓ سے اس رائے کا استعمال قولاً و فعلاً ثابت ہے چنانچہ مقصد سوم کی حدیث پنجم میں حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا یہ قول رایت فی ذالک الذی رأی مع ترجمہ گزر چکا ہے جس سے استعمال قولی و فعلی دونوں ظاہر ہیں کہ رائے کو اپنی طرف زبان سے بھی منسوب فرمایا۔ اور اس رائے کے مقتضیٰ پر کہ جمع قرآن ہے عمل بھی فرمایا۔

شبہ چہارم ۴

جواب شبہ ذم سلف قیاس قیاس کی مذمت میں بعض سلف کا قول ہے اول من قاس ابلیس یعنی اول جس نے قیاس کیا وہ ابلیس تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ دین میں قیاس کرنا حرام ہے۔

جواب قیاس سے مراد مطلق قیاس نہیں ہے ورنہ احادیث مجوزۂ قیاس کے ساتھ جو مقصد اول میں مذکور ہو چکیں معارضہ لازم آوے گا بلکہ ویسا ہی قیاس مراد ہے جیسا اس واقعہ میں ابلیس نے کیا تھا یعنی نص قطعی الثبوت قطعی الدلالۃ کو قیاس سے رد کر دیا سو ایسا قیاس بلا شبہ حرام بلکہ کفر ہے۔ بخلاف قیاس مجتہدین کے کہ توضیح معانی نصوص کے لیے ہوتا ہے

شبہ پنجم ۵

جواب شبہ منع مجتہدین از تقلید ائمہ مجتہدین نے خود فرمایا ہے کہ ہمارے

قول پر عمل درست نہیں جب تک کہ اس کی دلیل معلوم نہ ہو پس جن کی تقلید کرتے ہو خود وہی تقلید سے منع کرتے ہیں۔

جواب :۔ مجتہدین کے اس قول کے مخاطب وہ لوگ نہیں ہیں جن کو قوت اجتہادیہ حاصل نہ ہو، ورنہ ان کا یہ قول اولاً احادیث مجوزہ تقلید کے معارض ہوگا جو مقصد اول میں گزر چکی ہیں ثانیاً خود ان کے فعل اور دوسرے اقوال کے معارض ہوگا۔ فعل سے تو اس لیے کہ کہیں منقول نہیں کہ مجتہدین ہر شخص کے سوال کے جواب کے ساتھ دلائل بھی بیان کرتے ہوں اسی طرح اُن کے فتاوے جو خود ان کے مدون کیے ہوئے ہیں ان میں بھی التزام نقل دلائل کا نہیں کیا جیسے جامع صغیر وغیرہ اور ظاہر ہے کہ جواب زبانی ہو یا کتاب میں مدوّن ہو عمل ہی کی غرض سے ہوتا ہے تو اُن کا یہ فعل خود بخود تقلید ہے اور قول سے اس لیے کہ ہدایہ اولین وغیرہا میں امام ابویوسف سے منقول ہے کہ اگر کوئی شخص روزہ میں خون نکلوائے اور وہ اس حدیث کو سُن کر افطر الحاجم والمحجوم یعنی پچھنے لگانے والا اور جس کے پچھنے لگائے گئے ہیں دونوں کا روزہ ہو گیا یہ سمجھے کہ روزہ تو جاتا ہی رہا اور پھر قصداً کھا پی لے تو اس پر کفارہ لازم آوے گا اور دلیل ابویوسف نے یہ فرمایا ہے لان علی العامی الاقتداء بالفقهاء لعدم الاهتداء فی حقه الی معرفة الاحادیث (هدایه ص۶)

یعنی عامی پر واجب ہے کہ فقہا کا اقتداء کرے کیونکہ اس کو احادیث کی معرفت نہیں ہو سکتی فقط اس قول سے صاف معلوم ہوا کہ قول سائل مجتہدین کے مخاطب وہ لوگ نہیں ہیں جن کو قوت اجتہادیہ حاصل نہ ہو بلکہ وہ لوگ

مخاطب ہیں جو قدرت اجتہادیہ رکھتے ہیں چنانچہ خود اس قول میں تامل کرنے سے یہ قید معلوم ہوسکتی ہے. کیونکہ یہ کہنا کہ جب تک دلیل معلوم نہ ہو خود دال ہے اس پر کہ ایسے شخص کو کہہ رہے ہیں جس کو معرفت دلیل پر قدرت ہے اور غیر صاحب قدرت اجتہادیہ کو گو سماع دلیل ممکن ہے مگر معرفت حاصل نہیں. پس جس کو قدرت معرفت ہی نہ ہو اس کو معرفت دلیل کرنا تکلیف مالا یطاق ہے. جو عقلاً و شرعاً باطل ہے. پس واضح ہوگیا کہ یہ خطاب صرف صاحب اجتہادیہ کو ہے نہ غیر مجتہد کو۔

شبہ ششم

جواب شبہ بدعت بودن تقلید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور تابعین کے زمانہ میں تقلید نہ تھی. اس لیے بدعت ہوئی۔

جواب مقصد اول میں ثابت ہو چکا ہے کہ ان قرون میں بھی تقلید شائع تھی اور اگر یہ مراد ہے کہ ان خصوصیات کے ساتھ نہ تھی تو جواب یہ ہے کہ جب خصوصیات کلیات شرعیہ میں داخل ہیں جیسا مقصد پنجم میں بیان ہوا ہے تو وہ بھی بدعت نہیں ورنہ لازم آوے گا کہ تدوین حدیث وکتابت قرآن مع الترتیب بھی بدعت ہو اور نظر ظاہر میں اولاً یہی شبہ ہوا تھا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو قرآن جمع کرنے میں پھر وہ نورانیت قلب سے دفع ہوگیا جیسا مقصد سوم کی حدیث پنجم میں مفصل قصہ گزر چکا یہی حال خصوصیات تقلید کا سمجھو۔

شبہ ہفتم ۷

جواب شبہ بدعت بودن تقلید شخصی

تقلید شخصی کا وجوب کہیں قرآن وحدیث میں نہیں آیا اس لئے یہ بدعت ہوئی۔

جواب: مقصد پنجم میں اس کے وجوب کے معنی اور حدیث سے اس کا ثبوت وجوب مع جواب دیگر شبہات متعلقہ کے گزر چکے ہیں۔

شبہ ہشتم ۸

جواب شبہ تقلید شخصی نبودن در سلف

اگر تقلید شخصی واجب ہے تو سلف ائمہ مجتہدین سے پہلے اس واجب کے تارک کیوں تھے؟

جواب: چونکہ اس کا وجوب بالغیر ہے جس کا حاصل ہونا موقوف ہے بعض واجبات مقصودہ کا اس پر تو مدار وجوب کا یہ توقف ہوگا چونکہ سلف میں سلامت صدر وطہارت قلب وتورع وتدین وتقوای کی وجہ سے وہ واجبات تقلید شخصی پر موقوف نہ تھے۔ لہٰذا ان پر تقلید شخصی واجب نہ تھی صرف جائز تھی اور یہی محمل ہے بعض عبارات کتب کا در بارہ عدم وجوب تقلید شخصی کے یعنی وہ مقید ہے عدم خوف فتنہ کے ساتھ اور اس زمانہ میں وہ واجبات اس پر موقوف ہیں لہٰذا واجب ہوگئی اور یہ قسم واجب کی اہل زمانہ کی حالت کے تغیر و تبدل

سے متغیر ہو سکتی ہے بخلاف احکام مقصودہ کے کہ زمانہ کے بدلنے سے اس میں
تبدل کا اعتقاد الحاد ہے۔ جیسا بہت لوگ آج کل اس میں مبتلا ہیں اسکی ایک
نظیر یہ بھی ہے کہ حضور پرنور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانہ مبارک
میں صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گوشہ نشینی اور اختلاط خلق کو ترک کرنے سے منع
فرمایا اور پھر خود ہی ارشاد فرمایا کہ عنقریب ایسا زمانہ آئے گا جس میں عزلت
ضروری ہو جاوے گی چنانچہ دونوں مضمون کتب حدیث میں مصرح ہیں۔ اس
سے صاف معلوم ہوا کہ یہ ممکن ہے کہ ایک امر ایک وقت میں واجب نہ ہو
بلکہ جائز بھی نہ ہو۔ اور دوسرے زمانہ میں کسی عارضی وجہ سے واجب ہو جاوے
پس اگر تقلید شخصی بھی زمانہ سابقہ میں واجب نہ ہو اور زمانہ متاخرین میں واجب
ہو جاوے تو کیا بعید اور عجیب ہے۔

شبہ نہم ۹

جواب شبہ عدم انقطاع اجتہاد

اجتہاد کوئی نبوت نہیں جو ختم ہو گئی ہو
ہم بھی اجتہاد کر سکتے ہیں اور مجتہد کو
سب کے نزدیک تقلید دوسرے مجتہد کی ناجائز ہے۔

جواب۔ قوت اجتہادیہ کا پایا جانا عقلاً یا شرعاً ممتنع و محال تو
نہیں ہے لیکن مدت ہوئی کہ یہ قوت مفقود ہے اور اس کا امتحان بہت سہل
یہ ہے کہ فقہ کی کسی ایسی کتاب سے جس میں دلائل مذکور نہ ہوں کیفما اتفق مختلف
ابواب کے سو سوالات (۱۰۰) فرعیہ جو قرآن و حدیث سے مستنبط کریں اور جن اصول پر

استنباط کریں ان کو بھی قرآن و حدیث کی عبارت یا اشارات یا دلیل عقلی شافی سے ثابت کریں جب یہ جواب مکمل ہو جاویں، پھر فقہاء کے جوابات اور اُن کے اولہ سے موازنہ کر کے انصاف کریں۔ اس وقت اپنے فہم کا مبلغ اور ان کے فہم کی قدر انشاء اللہ تعالیٰ اس طرح واضح ہو جائے گی کہ پھر اجتہاد کا دعویٰ زبان پر نہ آوے گا۔ چنانچہ مبصرین کو محقق ہو گیا کہ بعد چار صدی کے یہ قوت مفقود ہو گئی اسکی نظیر یہ ہے کہ محدثین سابقین کو جس درجہ کا حافظہ اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا تھا وہ اب نہیں دیکھا جاتا۔ پھر جیسا قوت حافظہ بنوت نہیں مگر ختم ہو گئی اسی طرح قوت اجتہادیہ بنوت نہیں مگر ختم ہو گئی اور مراد اس سے اس مرتبہ خاصہ کی نفی ہے جو مجتہدین مشہورین کو عطا ہوا تھا جس سے علاوہ حوادث میں استنباط احکام کر لیتے تھے اور مستقل طور پر اصول ممہد کر سکتے تھے اور ایک دو مسئلوں میں دلائل کا موازنہ کر کے ایک شق کو ترجیح دے لینا یا کسی جزئی مسکوت عنہ کو اصول مقررہ مدونہ مندرج کر کے حکم سمجھ لینا نہ اس کی نفی مقصود ہے اور نہ اس سے کوئی علی الاطلاق مجتہد یا قابلِ تقلید ہو سکتا ہے۔

اس کے علاوہ یہ بات مشاہدہ کی جاتی ہے کہ اس وقت قلوب میں نہ وہ خشیت ہے نہ احتیاط ہے۔ اگر کسی میں یہ قوت مذکورہ مان بھی لی جاوے جب بھی اجتہاد کی اجازت دینے میں بے باک لوگوں کو جرأت دلانا ہے کہ وہ دین میں جو چاہیں گے کہہ دیا کریں گے اور اب تو خوف فضیحت مخالفت کتب سے مسئلہ دیکھنے میں اور بتانے میں خوب احتیاط و اہتمام کرتے ہیں۔

شبہ دھم ۱۰

جواب شبہ خلاف ہونے تقلید شخصی

قرآن و حدیث بہت آسان ہے! چنانچہ ارشاد ہے **ولقد یسرنا القرآن للذکر فھل من مدکر.** ہر شخص سمجھ سکتا ہے اور اب تو اردو ترجمے ہو گئے ہیں کسی کو بھی دشواری نہیں رہی. پھر کیوں تقلید کی جائے خود دیکھ کر عمل کر لینا کافی ہے۔

جواب. مقصد سوم میں بحث قوت اجتہادیہ میں جو حدیثیں لکھی گئی ہیں، ان کی اوّل حدیث سے ثابت ہو چکا ہے کہ قرآن مجید میں کچھ معانی ظاہر ہیں اور کچھ دقیق و خفی ہیں پس آیت بالا میں قرآن پاک کو ان معانی ظاہرہ کے اعتبار سے آسان فرمایا ہے اور اجتہاد کرنے کے لیے معانی دقیقہ خفیہ کے جاننے کی ضرورت ہے. مقصد سوم کو بتمامہ دیکھ لینے سے معلوم ہو جائے گا کہ ان معانی کے سمجھنے کے لیے کس درجہ کے فہم کی حاجت ہے۔

شبہ یازدھم ۱۱

تقلید شخصی کا خلاف دین ہونا

حدیث میں ہے الدین یسر یعنی دین آسان ہے اور تقلید شخصی میں بوجہ پابندی کے دشواری ہے. پس تقلید شخصی خلاف دین ہے۔

جواب: دین کے آسان ہونے کے یہ معنی نہیں کہ اس میں نفس کو بھی کوئی

ناگواری وگرانی نہیں ہوتی ورنہ آیت انھا لکبیرۃ الا علی الخاشعین اور حدیث حُفّت الجنۃ بالمکارہ کے کیا معنی ہوں گے۔ اور یہ تو مشاہدہ کے خلاف ہے۔ کیا گرمیوں کے روزہ میں دشواری نہیں ہوتی؟ کیا سردیوں کے وضو میں نفس کو مشقت نہیں ہوتی؟ کیا ناتمام نیند سے جاگ کر نماز پڑھنا مشکل نہیں بلکہ مطلب اس کا یہ ہے کہ دین میں کوئی ایسا حکم نہیں مقرر کیا گیا جو انسان کی قدرتِ عادیہ سے خارج ہو جیسا دوسری آیت میں فرمایا ہے لا یکلف اللّٰہ نفسًا الا وسعہا۔ سو تقلید شخصی بھی اس اعتبار سے آسان ہے اس لیے خلاف دین نہیں اور جب وجوب اس کا مقصد پنجم میں مستقل طور سے ثابت کر دیا گیا ہے پھر خلاف دین ہونے کا کیا احتمال ہے۔

شبہ دوازدہم [۱۲]

ائمہ اربعہ کی تحقیق

اگر تقلید ہی کرنا ہے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہ وحضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ اور دوسرے صحابہ رضؓ زیادہ مستحق ہیں سب کو چھوڑ کر ائمہ اربعہ پر کہاں جا پہنچے؟

جواب۔ مقصد پنجم میں ثابت ہو چکا ہے کہ تقلید کے لیے اس مجتہد کے مذہب کا مدون ہونا ضروری ہے۔ اور حضرات صحابہ رضؓ میں کسی کا مذہب مدون نہیں اس لیے معذوری ہے۔ البتہ اُن ائمہ کے واسطے سے اُن کا اتباع بھی ہو رہا ہے۔

شبہ سیزدھم[۱۳]

جواب شبہ تقلید در منصوص

جو مسائل قرآن و حدیث میں منصوص ہیں اُن میں تقلید کرنا کیا ضروری ہے ؟

جواب :- ایسے مسائل تین قسم کے ہیں، اول وہ جن میں نصوص متعارض ہیں دوم وہ جن میں نصوص متعارض نہیں مگر وجوہ معانی متعددہ کو محتمل ہوں گو اختلاف نظر سے کوئی معنی قریب کوئی بعید معلوم ہوتے ہیں۔ سوم وہ جن میں تعارض بھی نہ ہو اور ان میں ایک ہی معنی ہو سکتے ہوں۔ پس قسم اول میں رفع تعارض کے لیے مجتہد کو اجتہاد کی اور غیر مجتہد کو تقلید کی ضرورت ہوگی قسم ثانی ظنی الدلالۃ کہلاتی ہے اس میں تعین احد الاحتمالات کے لیے اجتہاد و تقلید کی حاجت ہوگی۔ قسم ثالث قطعی الدلالۃ کہلاتی ہے اس میں ہم بھی نہ اجتہاد کو جائز کہتے ہیں نہ اس اجتہاد کی تقلید کو۔

شبہ چہاردہم[۱۴]

جواب شبہ مخالف بعض مسائل بحدیث

بعض مسائل حدیث کے خلاف ہیں ان میں کیوں تقلید کرتے ہو ؟

جواب :- کسی مسئلہ کی نسبت یہ کہنا کہ حدیث کے مخالف ہے موقوف ہے تین امر پر

امر اول[۱] - اس مسئلہ کی مراد صحیح معلوم ہو۔

دوسری[۲] - اس کی دلیل پر اطلاع ہو۔

تیسرے وجہ استدلال کا علم ہو کیونکہ اگر ان تینوں امروں میں سے ایک بھی خفی رہے گا مخالف کا حکم غلط ہوگا۔ مثلاً امام صاحبؒ کا قول مشہور ہے کہ نماز استسقاء سنت نہیں اور ظاہر اس قول کا حدیث کے خلاف معلوم ہوتا ہے کیونکہ احادیث میں نماز استسقاء پڑھنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وارد ہے لیکن مقصود اس قول سے یہ ہے کہ نماز استسقاء سنت مؤکدہ نہیں چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گاہے نماز پڑھ کر دعا باران کی کبھی بلا نماز دعا فرمادی جیسا بخاری میں حدیث ہے!

عن انس قال بینما النبی صلی اللہ علیہ وسلم یخطب یوم الجمعۃ اذ قام رجل فقال یارسول اللہ ھلک الکراع وھلک الشاء فادع اللہ ان یسقینا فمد یدیہ ودعا . (جلد اول صفحہ ۱۲۷)

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے روز خطبہ پڑھ رہے تھے کہ ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ گھوڑے اور بکریاں سب ہلاک ہوگئے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمایئے کہ بارش فرمادیں۔ آپؐ نے دونوں ہاتھ دراز کرکے دعا فرمائی۔

چنانچہ امام صاحب کی یہ مراد ہونا ہدایہ کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے ،

قلنا فعلہ مرۃ وترکہ اخری فلم یکن سنۃ (اولین ص۱۲۸) پس وضوح مراد صحیح کے شبہ مخالف کا نہ ہوگا۔ اسی طرح اگر دلیل خفی ہے مثلاً ایک مسئلہ میں مختلف احادیث آئی ہیں کسی نے ایک حدیث کو دیکھ کر مخالفت کا حکم کردیا حالانکہ مجتہد نے دوسری حدیث سے استدلال کیا ہے اور اس حدیث میں تاویل کی ہے جیسے مسئلہ قرارت فاتحہ خلف الامام میں احادیث مختلف ہیں یا ایک ہی حدیث محتمل وجوہ مختلفہ کو

ہو مجتہد نے بعض وجہ کو قوت اجتہادیہ سے راجح سمجھ کر اس سے استدلال کیا ہے اور اس کے اعتبار سے مخالفت نہیں ہے۔ جیسے حدیث میں ہے جو نماز میں تمہارے سامنے سے گزرے اس سے قتل و قتال کرو۔ اس میں دو احتمال ہیں کہ یہ حقیقت پر محمول ہے یا دوسرے دلائل کلیہ کی وجہ سے زجر و سیاست پر محمول ہے۔ اگر ایک مجتہد نے وجہ ثانی پر محمول کر لیا۔ تو حدیث کی مخالفت کہاں رہی۔ کیونکہ اس کا عمل حدیث کی ہی ایک وجہ پر ہوا۔ اسی طرح اگر طریق استدلال خفی رہا تب بھی حکم مخالفت کا غلط ہو گا۔ جیسے امام صاحب کا قول ہے کہ رضاعت کی مدت ۲ ۱/۲ سال ہے اور دلیل میں وحملہ وفصالہ مشہور ہے مگر تقریر استدلال جو مشہور ہے نہایت ہی مخدوش ہے۔ مدارک میں امام صاحب سے حملہ کی تفسیر بالاکف کے ساتھ نقل کی ہے۔ جس سے وہ سب خدشات دفع ہو جاتے ہیں۔

پس معنے آیت کے یہ ہوں گے کہ بعد وضع حمل کے اس بچہ کو ہاتھوں میں یعنی گود میں لیے لیے پھرنا اور اسکا دودھ چھڑانا یہ تیس ماہ ہوتا ہے، اب بلا تکلف وشوی ثابت ہو گیا۔ حاصل یہ کہ یہ حکم مخالفت کا کرنا ایسے شخص کا کام ہے جو روایات میں متبحر ہو۔ درایت میں حاذق و مبصر ہو۔ اور جس شخص میں بعض صفات ہوں بعض نہ ہوں اس کا حکم مخالفت کرنا معتبر نہیں۔ جیسا مقصد سوئم میں ثابت ہو چکا ہے کہ ہر حافظ حدیث کا مجتہد ہونا ضروری نہیں جس سے منصف کو یہ بھی معلوم ہو سکتا ہے کہ جب حفاظ حدیث کو وجوہ استنباط کا پتہ نہیں لگتا تو آج کل جہلاء بے چارے اس کا احاطہ کب کر سکتے ہیں۔ تو ان کا کسی کو مخالف حدیث بے دھڑک کہہ دینا کتنی بڑی بے باکی ہے۔ اللہ تعالیٰ اصلاح

فرمادیں. چنانچہ ایسے جامع لوگوں نے جب کبھی کوئی قول مخالف دلیل پایا فوراً ترک کر دیا جیسا مسئلہ حرمت مقدار قلیل مسکرات اور جواز مزارعت میں کتب حنفیہ میں امام صاحب کے قول کا متروک کرنا مصرح ہے لیکن ایسے اقوال کی تعداد غالباً دس تک بھی نہ پہنچی. چنانچہ ایک بار احقر نے تفصیلاً تتبع کیا تو بجز پانچ چھ مسائل کے کہ ان میں تردد رہا ایک مسئلہ بھی حدیث کے مخالف نہیں پایا گیا اور وجوہ انطباق کو ایک رسالہ کی صورت میں ضبط بھی کیا تھا مگر اتفاق سے وہ تلف ہو گیا مگر اس کے ساتھ بھی مجتہد کی شان میں گستاخی کرنا حرام ہے. کیونکہ انہوں نے قصداً خلاف نہیں کیا خطائے اجتہادی ہو گئی جس میں بروئے حدیث ایک ثواب کا وعدہ ہے۔

حدیث: عن عمرو بن العاص انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اذا حکم الحاکم فاجتہد فاصاب فلہ اجران واذا حکم ثم اخطاء فلہ اجر. (بخاری ج ۲ صہ ۱۰۹۲)

ترجمہ: عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب کوئی حکم کرنے والا حکم کرے اور اجتہاد میں مصیب ہو اس کو دو اجر ملتے ہیں. اور اگر خطا ہو جائے تو اس کو ایک اجر ملتا ہے روایت کیا اسکو بخاری نے،

اور اگر کوئی کہے کہ دعویٰ و دلائل و وجہ استدلال سب کتب متداولہ میں موجود ہیں اُن کو دیکھ کر توافق و تخالف کا سمجھ لینا آسان ہے جواب یہ ہے کہ دعویٰ

لے اور یہ بھی ہمارے علم کے اعتبار سے ہے ورنہ یہ بھی احتمال ہے کہ امام صاحب کے پاس کوئی اور حدیث وغیرہ ہو جو ہمیں نہیں پہنچی ۱۲

تو صاحب مذہب سے منقول ہیں۔ مگر تدوین احکام کے وقت اُن حضرات کی عادت نقل دلائل کی بھی۔ اس لیئے دلائل اُن سے منقول نہیں۔ متاخرین نے اتباع کے لیے اپنی نظر و فہم کے موافق کچھ لکھ دیئے ہیں۔

پس اگر ان میں سے کوئی دلیل یا وجہ استدلال سخیف یا ضعیف ہو اس سے بطلان مدلول کا لازم نہیں آتا چنانچہ کتب فن مناظرہ میں تصریح ہے دلیل کے بطلان سے بطلان مدلول لازم نہیں ممکن ہے مدعی کے پاس کوئی دلیل صحیح ہو بالخصوص جب کہ دلیل منقوض خود مستدل سے بھی منقول نہ ہو جیسا اوپر آیت وحملہ وفصالہ سے استدلال کرنے میں گزرا۔ پس مجتہد کی طرف سے تو یہ عذر ہے رہا مقلد سو اگر یہ حدیث جو بظاہر معارض معلوم ہوتی ہے محتمل تاویل کو ہو تو اس پر قول مجتہد کا ترک واجب نہیں۔

شبہ پانزدہم ۱۵

جواب شبہ بر تخصیص اربعہ | مجتہدین اور بھی بہت سے گزرے ہیں ان ہی چار کی کیا تخصیص ہے ؟

جواب مقصد پنجم میں گزر چکا ہے کہ اوروں کا مذہب مدون نہیں اس لیے معذوری ہے۔

شبہ شانزدہم ۱۶

جواب شبہ بر دعوی اجماع الانحصار | بعض نے اس انحصار فی المذاہب الاربعہ پر اجماع کا دعوی کیا ہے حالانکہ ہر زمانہ میں بعض اہل علم اس میں مخالف رہے ہیں۔

جواب : یا تو مراد اجماع سے اتفاق اکثر امت کا ہے اور گو ایسا اجماع ظنی ہو گا مگر دعویٰ ظنی کے اثبات کے لیے دلیل ظنی کافی ہے اور مخالفین کی مخالفت کو معتد بہ نہیں سمجھا گیا اور یہ مقصد پنجم کی بحث اجماع میں گزر چکا ہے کہ ہر اختلاف قادح اجماع نہیں ہے۔ علاوہ اس کے جب مقصد پنجم میں انحصار دلائل سے ثابت ہو چکا ہے اگر اجماع نہ بھی ہو تو کیا ضرر ہے۔

شبہ ہفدہم

جواب شبہ عدم معرفت عوام	اگر تقلید شخصی واجب ہے تو عوام الناس جو امام ابو حنیفہؒ کو جانتے بھی نہیں وہ سب تارک

اس واجب کے ہوں گے۔ کیونکہ اتباع بدون معرفت متحقق نہیں ہو سکتا۔

جواب : معرفت عام ہے خواہ تفصیلی ہو یا اجمالی سو بعض عوام گو تفصیلاً امام صاحب کو نہ جانتے ہوں اور اسی بناء پر بعض علماء کا قول ہے العامی لا مذہب لہ لیکن اجمالی معرفت انکو حاصل ہے جس عالم کا اتباع کرتے ہیں یہ سمجھ کر کہ یہ اس مذہب کا متبع ہے جو یہاں شائع ہے چنانچہ اگر وہ مقتداء اس مذہب کی تقلید چھوڑ دے فوراً وہ عامی اس سے جدا ہو جاتا ہے۔ پس مذہب خاص کا جاننا من وجہ صاحب مذہب کی معرفت ہے اتباع کے لئے یہ معرفت کافی ہے جیسا امیر المسلمین کی اطاعت جو موقوف ہے معرفت پر اس کے زمانے میں واجب ہے مگر پھر بھی ہزار ہا عوام بالتفصیل اس کو نہ جانتے تھے اور راز اس میں یہ ہے کہ جو مقصود ہے اطاعت سے کہ تفریق کلمہ نہ ہو وہ معرفت اجمالی سے حاصل ہے لہٰذا اس پر

اکتفا کیا گیا اسی طرح چونکہ تقلید شخصی سے مقصود اصلی یہ ہے کہ اثارۂ فتنہ واتباع
ہوا نہ ہو، اور وہ بدوں معرفت تفصیلی بھی حاصل ہے۔ لہذا معرفت اجمالی کافی ہے

شبہ ہشدہم[18]

جواب شبہ ضعیف احادیث مستدل حنفیہ

حنفیہ کے دلائل اکثر احادیثِ ضعیفہ ہیں اور بعض احادیث غیر ثابتہ اور ان کے
مقابلہ میں دوسروں کے پاس احادیث قوی اور راجح ہیں۔ پس راجح کو چھوڑ کر
مرجوح پر کیوں عمل کرتے ہو؟

جواب۔ اوّل تو یہ کہنا کہ اُن کے اکثر دلائل ضعیف ہیں غیر مسلّم ہیں بہت
سے مسائل ہیں تو صحاح ستہ کی احادیث سے ان کا استدلال ہے۔ چنانچہ کتب
دلائل دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جو حدیثیں دوسری کتب کی ہیں ان میں بھی
اکثر بقواعد محدثین صحیح ہیں۔ کیونکہ احادیث صحیحہ کا حصر صحاح ستّہ میں یا صحاح
ستّہ کا حصر احادیث صحیحہ میں ضروری نہیں۔ چنانچہ اہل علم پر مخفی نہیں اور جو احادیث
عند المحدثین ضعیف ہیں، سو اوّل تو جن قواعد پر محدثین نے قوت اور ضعف
حدیث کو مبنی کیا ہے جن میں بڑا امر راوی کا ثقہ و ضابط ہونا ہے وہ سب
قواعد ظنی ہیں۔ چنانچہ بعض قواعد میں خود محدثین مختلف ہیں۔ اسی طرح کسی راوی
کا ثقہ و غیر ثقہ ہونا خود ظنی ہے چنانچہ[1] بہت سی روایات میں بھی محدثین مختلف

---

[1] چنانچہ بہت سی روایات الخ اور جرح کی تقدیم تعدیل پر مشروط بقیود کثیرہ
ہے جن کا اجتماع ہر جگہ غیر مسلّم ہے چنانچہ کتب فن سے واضح ہے ۱۲ منہ

ہیں جب یہ قواعد ظنی ہیں تو کیا ضرور ہے کہ سب پر حجت ہوں اگر فقہاء ترجیح بین الاحادیث کیلئے دوسرے قواعد دلیل سے تجویز کریں۔ جیسا کتب اصول میں مذکور ہیں تو اُن پر انکار کی کوئی وجہ نہیں پس ممکن ہے کہ وہ حدیث قواعد محدثین کے اعتبار سے قابل احتجاج نہ ہو اور قواعد فقہاء کے موافق قابل استدلال ہو علاوہ اس کے کبھی قرائن کے انضمام سے اُس کا ضعف منجبر ہو جاتا ہے جیسا فتح القدیر مطبوعہ کشوری کے صـ۲۹۲ ، صـ۲۹۳ بحث تکبیر جنازہ میں لکھا ہے۔ دوسرے یہ کہ حدیث کا ضعف اسکی صفت اصلیہ تو ہے نہیں، راوی کی وجہ سے ضعف آجاتا ہے پس ممکن ہے کہ مجتہد کو بسند صحیح پہنچی ہو اور بعد میں کوئی راوی ضعیف اس میں آگیا۔ پس ضعف متاخر مستدل متقدم کو مضر نہیں اور اگر مقلد متاخر کے استدلال میں مضر ہونے کا شبہ ہو تو اول یہ ہے کہ مقلد محض تبرعاً دلیل بیان کرتا ہے اس کا استدلال قول مجتہد سے ہے ثانیاً جب مجتہد کا اس حدیث سے استدلال ہو چکا اور استدلال موقوف ہے حدیث کی صحت پر تو گویا مجتہد نے اس حدیث کی تصحیح کر دی اور یہی معنی ہیں علماء کے اس قول کے کہ المجتهد اذا استدل بحدیث کان تصحیحا لہٗ منہ پس گو سند اس کی معلوم نہ ہو مگر مقلد کے نزدیک مثل تعلیقات بخاری کے یہ حدیث صحیح ہو گئی پس اس کے استدلال میں مضر نہ ہوئی۔ رہا یہ شبہ کہ اس کی کیا دلیل ہے کہ مجتہد نے اس سے تمسک کیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کے موافق اس کا قول و عمل ہونا دلیل ظنی ہے۔ اس کے ساتھ تمسک کرنے پر چنانچہ حاشیہ صـ۱۷۳ میں ابن ہمامؒ کا قول ایک حدیث کے متعلق نقل کیا ہے کہ ترمذی کا العمل علیہ عند اہل العلم کہنا قوت اصل حدیث

کو مقتضی ہے ۔ گو خاص طریق ضعیف ہو الخ اور ظاہر ہے کہ یہ اقتضاء جب ہی ہو سکتا ہے جب اس حدیث کو ان کا تمسک ٹھہرایا جاوے پس ظن تمسک ثابت ہو گیا ۔ اور مسائل ظنیہ میں مقدمات ظنیہ کافی ہیں رہا غیر ثابت ہونا سو اول تو ایسی احادیث روایت بالمعنی ہیں بعض جگہ ان کے شواہد دوسری حدیث میں موجود ہیں چنانچہ کتب تخریج سے معلوم ہو سکتا ہے تیسرے یہ کہ دلیل کے بطلان سے بطلان مدلول لازم نہیں آتا جیسا شبہ چہاردہم کے جواب میں گزر چکا کیونکہ ممکن ہے کہ اس کا استدلال دوسری دلیل شرعی معتبر سے ہو جیسے قیاس پس کسی حدیث خاص کا ضعف یا عدم ثبوت اُسکے دعویٰ میں مضر و قادح نہیں ہو سکتا اور اگر تحقیق ہو جاوے کہ بالکل اس مسئلہ میں کوئی دلیل معتبر نہیں ہے اور حدیث صریح کے خلاف ہے تو اس کے متعلق اجمالاً تو جواب شبہ چہاردہم میں گزر چکا ہے اور تفصیلاً انشاء اللہ مقصد نہم میں آتا ہے

شبہ نوزدہم ۱۹

اگر تقلید کی جاوے کسی مجتہد کی کی جاوے امام ابو حنیفہؒ تو مجتہد بھی نہ تھے کیونکہ مجتہد ہونے کیلئے معرفت احادیث کثیرہ کی شرط ہے اور بقول بعض مؤرخین انکو کل سترہ ہی حدیثیں پہنچی تھیں اسی طرح ان کو روایت حدیث میں بعض نے ضعیف کہا ہے پس نہ ان کے مسائل پر وثوق ہے نہ انکی روایت پر اعتماد ہے ۔

جواب :۔ جس مؤرخ نے یہ قول سترہ حدیث پہنچنے کا نقل کیا ہے خود اس مؤرخ نے امام صاحبؒ کی نسبت یہ عبارت لکھی ہے "ویدل علی انہ من کبار المجتہدین فی الحدیث اعتماد مذھبہ فیما بینھم والتعویل علیہ اعتبارہ ردًّا وقبولاً

ترجمہ یعنی امام ابوحنیفہؒ کی حدیث میں بڑے مجتہد ہونے کی دلیل یہ ہے کہ علماء کے درمیان اُن کا مذہب معتمد سمجھا گیا ہے اور اس کو مستند و معتبر رکھا گیا ہے کہیں بحث و مباحثہ کے طور پر کہیں قبول کے طور پر۔"

اور جب بقول صاحب شبہ مجتہد ہونے کیلئے محدث ہونا ضروری ہے اور واقع میں بھی اسی طرح ہے اور اس مؤرخ کے قول سے ان کا مجتہد ہونا ثابت ہے پس لامحالہ ان کا محدث ہونا بھی ثابت ہوگیا جیسا ظاہر ہے لان وجود الملزوم ملیزم وجود اللازم پھر جو اس مؤرخ نے ایسا قول لکھ دیا ہے جو خود اسکی اس تحقیق مذکورہ کے خلاف ہے سو یا تو خود اس کی یا کسی کاتب و ناقل کی غلطی ہے یا کسی دوسرے کا قول نقل کر دیا ہے اور یقال سے اس کا ضعیف ہونا بھی بتلا دیا ہے علاوہ اسکے یہ قول خود عقل اور نقل کے مخالف ہے۔ اس لیے اس کی اگر تاویل نہ کی جاوے باطل محض ہے اور چونکہ یہ مؤرخ حسب تصریح شمس الدین سخاویؒ علوم شرعیہ میں ماہر نہیں ہے اسلئے اس سے ایسے قول باطل کا صدور ایسے منقولات میں جن کا تعلق علوم شرعیہ سے ہے امر عجیب نہیں نقل کے خلاف تو اس لیے ہے کہ اگر کوئی شخص امام محمدؒ کے مؤطا و کتاب الحج و کتاب الآثار و سیر کبیر اور امام ابو یوسف کی کتاب الخراج اور مصنف ابن ابی شیبہؒ اور مصنف عبدالرزاقؒ اور دار قطنیؒ و بیہقیؒ و طحاویؒ کی تصانیف کو مطالعہ کر کے ان میں سے امام صاحب کے مرویات مرضیہ کو جمع کر کے گنے تو اس قول کا کذب واضح ہو جائیگا۔ اور عقل کے خلاف اس لیے ہے کہ امام صاحب بقول بعض محدثین مثل ابن حجر عسقلانی، ان کے ایک قول کے موافق تبع تابعین سے ہیں اور بقول بعض محدثین مثل خطیب بغدادی و دار قطنی و ابن الجوزی و نووی

وذہبی اور ولی الدین عراقی وابن حجر مکی وسیوطی اور ایک قول ابن حجر عسقلانی کے تابعین سے ہیں تو جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اسقدر قریب ہو اور وہ زمانہ بھی شیوع علم واشاعت دین کا ہو عقل کس طرح تجویز کر سکتی ہے کہ اس شخص کو کل سترہ حدیثیں پہنچی ہیں اور خود مورخ نے تصریح کر دی ہے کہ جو امر تاریخی صریح عقل کے خلاف ہو وہ مقبول نہیں بس امام صاحب کے مجتہد نہ ہونے کا شبہ بالکل رفع ہو گیا۔ رہا روایات میں ضعیف ہونا سو ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں یحییٰ ابن معین کا قول امام صاحب کی شان میں نقل کیا ہے لا باس بہ لم یکن متھما (امام صاحب میں کوئی خرابی نہیں اور ان پر شبہ غلطی کا نہیں الخ) اور ابن معین جیسے رئیس النقاد کا کہہ دینا حسب تصریح حافظ ابن حجر عسقلانی وغیرہ بجائے ثقہ کہنے کے ہے اور ابن عبد البر نے ذکر کیا ہے۔

عن علی ابن المدینی ابو حنیفۃ روی عنہ الثوری وابن المبارک وحماد بن زید وھشام ووکیع وعباد بن العوام وجعفر بن عون وھو ثقۃ لا باس بہ وکان شعبۃ حسن رایہ فیہ وقال یحییٰ بن معین اصحابنا یفرطون فی ابی حنیفۃ واصحابہ فقیل لہ اکان یکذب قال لا۔

ترجمہ علی بن المدینی سے منقول ہے کہ ابو حنیفہ سے ثوری اور ابن المبارک اور حماد بن زید اور ہشام اور وکیع اور عباد بن عوام اور جعفر بن عون نے روایت کیا ہے اور وہ ثقہ تھے ان میں کوئی امر خدشہ کا نہ تھا اور شعبہ کی رائے ان کے بارے میں اچھی تھی اور یحییٰ بن معین نے فرمایا ہے کہ ہمارے لوگ امام ابو حنیفہؒ اور انکے اصحاب کے بارے میں بہت افراط وتفریط کرتے ہیں کسی نے یحییٰ سے پوچھا کہ آیا وہ غلط روایت بھی کرتے

تھے انہوں نے کیا نہیں؟

ایسے[1] اکابر کی تصریح کے بعد شبہ تضعیف کی بھی گنجائش نہیں رہی۔ ھذا کلہ ملتقطۃ من مقدمۃ عمدۃ الرعایۃ للشیخ مولانا عبد الحی اللکھنوی رح

شبہ بستم ۲۰

جواب مرجیہ بودن حنفیہ

غنیہ میں اصحاب ابو حنیفہ کو مرجیہ میں شمار کیا ہے پس حنفیہ کا اہل باطل ہونا معلوم ہوا

جواب غنیہ اس وقت مجھ کو نہیں ملی اس کی عبارت کو دیکھ کر معلوم نہیں کیا جواب سمجھ میں آتا لیکن سردست شرح مواقف کی ایک عبارت جو مقام تعداد فرق باطلہ میں ہے نقل کرتا ہوں وہ جواب کے لیے کافی ہے اول مرجیہ کے فرقوں سے ایک فرقہ غسانی کوفی لکھا ہے۔ اس کے بعد لکھتے ہیں۔

وغسان کان یحکیہ عن ابی حنیفۃ ویعدہ من المرجیۃ وھو افتراء علیہ قصد بہ ترویج مذھبہ بموافقۃ رجل کبیر قال الآمدی ومع ھذا اصحاب المقالات قد عدوا ابا حنیفۃ واصحابہ من مرجیۃ اھل السنۃ ولعل ذالک لان المعتزلۃ فی الصدر کانوا یلقبون من خالفھم فی القدر مرجیا او لانہ قال الایمان والتصدیق ولا ینقص فظن ارجاء بتاخیر العمل عن الایمان ولیس کذالک اذ عرف منہ المبالغۃ فی العمل والاجتھاد فیہ۔

ترجمہ اور غسان اپنے قول مذکور کو امام ابو حنیفہ رح سے نقل کیا کرتا تھا اور ان کو مرجیہ

---

[1] ایسے اکابر کی الخ اور جن کے کلام میں ایسا پایا جاتا ہے وہ بقول محققین ناشی تعصب سے ہے اسلیئے معتبر نہیں ۱۲ منہ

میں شمار کیا کرتا تھا حالانکہ یہ ان پر افتراء محض تھا جس سے مقصود یہ تھا کہ ایک بڑے شخص کی موافقت سے اپنے مذہب کو رواج دے علامہ آمدی کہتے ہیں اور باوجود اس کے ناقلین اقوال نے امام ابوحنیفہؒ کو اور ان کے اصحاب کو مرجیہ اہلسنت سے شمار کیا ہے اور غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ معتزلہ زمانہ سابق میں ان لوگوں کو جو اُن کے ساتھ مسئلہ قدر میں مخالفت کرتے تھے مرجیہ کا لقب دیتے تھے۔

اور یا وجہ یہ ہے کہ امام صاحبؒ کا قول ہے کہ ایمان کی حقیقت تصدیق ہے اور وہ زائد و ناقص نہیں ہوتا اس لیے اُن پر ارجاء کا شبہ کر لیا گیا کہ وہ عمل کو ایمان سے مؤخر کرتے ہیں اور حالانکہ اُس شبہ کی گنجائش نہیں کیونکہ ان کا مبالغہ اور کوشش عبادت میں معروف و مشہور ہے آہ! اس عبارت سے کئی جواب معلوم ہوئے

۱۔ غسان نے اپنی غرض فاسد سے آپ پر افتراء کیا۔

۲۔ معتزلہ نے عناداً اہلسنت کو مرجیہ کہا جس میں امام صاحب بھی آگئے۔

۳۔ امام صاحب کی تفسیر ایمان سے غلط شبہ پڑ گیا پس غنیہ کی عبارت یا تاویل ہے یا نقل میں لغزش ہے کیونکہ مرجیہ کے عقائد باطلہ مشہور ہیں اور اُنکی کتابوں میں ان کا رد و ابطال موجود ہے پھر اس کا احتمال کب ہو سکتا ہے۔

شبہ ۲۱ نسبت و کم

اپنے کو بجائے اس کے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کر کے محمدیؐ کہا جاوے امام ابوحنیفہؒ کی طرف نسبت کرنا اور حنفی کہنا گناہ یا شرک ہے۔

جواب:۔ اول اس نسبت کے معنی دریافت کرنا چاہیئے تاکہ اس کا حکم معلوم ہو

سو جاننا چاہیئے کہ حنفی کے معنی ہیں امام ابو حنیفہؒ کے مذہب پر چلنے والا. اب یہ دیکھنا چاہیئے کہ اس ترکیب میں مذہب کی نسبت غیر نبی کی طرف کی گئی ہے آیا یہ کسی علاقہ سے جائز ہے یا نہیں؟ سو عرباض بن ساریہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا،

علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین الحدیث رواہ احمد وابو داؤد والترمذی وابن ماجہ (مشکوٰۃ انصاری ۲۹)

یعنی "اختیار کرو تم میرے طریقہ کو اور خلفاء راشدین مہدیین کے طریقہ کو" دیکھئے اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دینی طریقہ کو خلفاء راشدین کی طرف مضاف اور منسوب فرما دیا تو معلوم ہوا کہ کسی طریق دینی کا نسبت کر دینا غیر نبی کی طرف کسی ملابست سے جائز ہے پس اگر کسی نے مذہب کو کہ ایک طریق دینی ہے امام صاحب کی طرف اس اعتبار سے کہ وہ اس کو سمجھ کر بتلانیوالے ہیں منسوب کر دیا تو اس میں کون سا گناہ یا شرک لازم آگیا البتہ اگر اس نسبت کے معنی یہ ہوتے کہ نعوذ باللہ ان کو احکام کا مالک مستقل سمجھا جاتا تو بلا شبہ شرک ہوتا مگر اس معنی کے اعتبار سے خود نبی کی طرف بھی نسبت کرنا جائز نہیں ہوگا قال اللہ تعالیٰ ویکون الدین کلہ للہ یعنی دین سب اللہ ہی کا ہے لیکن ایسا کوئی مسلمان نہیں جو اس اعتبار سے دین کی نسبت غیر نبی یا غیر اللہ کی طرف کرے. رہا یہ کہنا کہ بجائے محمدی کے الخ سو غلط محض ہے کیونکہ جب مقصود قائل کا عیسائی اور یہودی سے امتیاز ظاہر کرنا ہو اس وقت محمدی کہا جاتا ہے اور جب محمدیوں کے مختلف طریق میں سے ایک خاص طریق کا بتلانا ہو اس وقت حنفی وغیرہ کہا جاتا ہے بلکہ اس وقت محمدی کہنا محض تحصیل حاصل ہے پس ہر ایک کا موقع جدا جدا ہو بجائے

محمدی کے حنفی کوئی نہیں کہتا۔

شبہ لبست و دوم[۲۲]

جواب شبہ عمل باقوال الصاحبین تم لوگ بعض مسائل میں صاحبین کا قول لے لیتے ہو یا کہیں دوسرے ائمہ کے بعض اقوال پر فتوی دیتے ہو پھر تقلید شخصی کہاں رہی؟

جواب۔ صاحبین تو اصول میں خود امام صاحب کے مقلد ہیں صرف بعض جزئیات کی تفریع میں جوکہ ان ہی اصول سے مستخرج ہیں اختلاف کرتے ہیں لہذا بعض مسائل میں حسب قواعد رسم المفتی صاحبین کا قول لے لیتے ہیں اس لیے ترک تقلید لازم نہیں آتا کیونکہ شخصیت میں زیادہ مقصود بالنظر اصول ہیں رہا دوسرے ائمہ کے بعض اقوال لے لینا سو یہ بضرورت شدیدہ ہوتا ہے اور ضرورت کا موجب تخفیف ہونا خود شرع سے ثابت ہے اور جو مفاسد ترک تقلید شخصی میں مذکور ہوئے ہیں وہ بھی اس میں نہیں ہیں اور مقصود تقلید شخصی سے ان ہی مفاسد کا بند کرنا ہے۔ پس اپنے مقصود کے اعتبار سے تقلید شخصی اب بھی باقی ہے۔

شبہ لبست و سوم[۲۳]

جواب شبہ عدم اتصال مذہب بالامام صاحب مقلدین جن اقوال پر عمل کرتے ہیں انکی سند متصل صاحب مذہب تک نہیں پھر انکی تقلید کیسے ہو سکتی ہے؟

جواب۔ سند کی ضرورت اخبار احاد میں ہے اور متواتر میں کوئی حاجت نہیں اسی وجہ سے قرآن کے اتصال سند کا اہتمام ضروری نہیں سمجھا گیا پس ان اقوال کی نسبت صاحب

مذہب تک متواتر ہے کیونکہ جب سے اُن سے یہ اقوال صادر ہوئے ہیں غیر محصور آدمی اُنکو ایک دوسرے سے اخذ کرتے رہے گو تعین ان کی اسماء وصفات کی نہ کی جائے۔ پس یہ نسبت متیقن ہے یا بعض میں مظنون اور عمل کیلئے دونوں کافی ہیں۔

شُبہ نسبت وچہارم

جواب شبہ مختلف یا مسکوت عنہ بودن بعض مسائل فقہیہ

بعض مسائل ہیں روایات فقہیہ باہم مختلف ہیں اور بعض جزئیات جدید الوقوع سے روایات فقہیہ ساکت ہیں پس صورت اولیٰ میں وہ مفاسد لازم آویں گے جو عدم تعیین مذہب واحد میں مذکور ہوئے اور صورت ثانیہ میں اجتہاد کا استعمال کرنا پڑے گا جس کا منقطع ہونا نیز موجب مفاسد ہونا مذکور ہو چکا ہے پس محذور مشترک رہا۔

جواب۔ اول تو مہمات مسائل جن میں اختلاف ہونا موجب مفاسد تھا مختلف فیہ یا مسکوت عنہ نہیں ہیں، پھر ایسی روایات مختلفہ میں اکثر خود فقہاء نے راجح و مرجوح کی تعیین کر دی ہے پس وہاں تو شبہ بھی نہیں اور جہاں جانبین میں تساوی ہو تو چونکہ بہ نسبت مجموعہ اقوال کل مذاہب کے اس کی مقدار بھی قلیل ہے پھر وہ سب ایک ہی اصول سے متقید و وابستہ ہیں اس لیے ایسا اطلاق جو موجب مفاسد ہو لازم نہ آوے گا، اسی طرح جُزئیات مسکوت عنہا کا جواب مذہب خاص کے اصول سے مستخرج ہوگا اور جواب شبہ ہم میں گزر چکا ہے کہ ایسا مقید اجتہاد بعض مسائل میں اب بھی مفقود نہیں اسلیئے اس میں بھی ایسا اطلاق نہ ہوگا جو موجب مفاسد ہو اور مقصود بالذات انسداد مفاسد کا ہے جیسا ابھی جواب شبہ نسبت دوم میں

بیان ہوا ہے۔

شبہ ۲۵ بست و پنجم

جواب شبہ غلو بعضے در تقلید | بعض متشددین تقلید شخصی کو مثل فرائض و واجبات مقصود بالذات کے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر سمجھتے ہیں اور غایت جمود سے قرآن و حدیث کے احکام کا ذرا پاس نہیں کرتے جو یقیناً عقیدہ فاسدہ ہے اور شرع میں یہ قاعدہ مقرر ہے کہ جو امر موجب فساد عقیدہ خلق ہو وہ ممنوع ہوتا ہے پس تقلید شخصی کو منع کرنا ضرور ہوا۔

جواب - یہ قاعدہ ان امور میں ہے جو شرعاً ضروری نہ ہوں جیسا مقصد پنجم کے اخیر میں اس حدیث کے ذیل میں اس تخصیص کی طرف اشارہ گزر چکا ہے جس میں حضرت عمرؓ کا یہود کی کچھ باتیں لکھنے کی اجازت طلب کرنے کا ذکر ہے اور جو امر شرعاً واجب ہو اگر اس میں مفاسد لازم آئیں تو ان مفاسد کو رد کیا جائے گا اور ان مفاسد کی اصلاح کی جاوے گی۔ خود اس امر کو نہ روکیں گے ورنہ خود ظاہر ہے کہ تبلیغ قرآن بعض کے لیے موجب زیادت ضلالت ہوتا تھا مگر تبلیغ کو ایک روز بھی ترک نہیں کیا گیا پس جب تقلید شخصی کا وجوب دلائل شرعیہ سے اوپر ثابت ہو چکا ہے تو اگر اس میں کوئی مفسدہ دیکھا جائے گا اس کی اصلاح کی جاوے گی تقلید شخصی سے نہ روکیں گے چنانچہ رسالہ ہذا میں بھی کئی جگہ طبعاً و ضمناً اس غلو سے روکا گیا ہے اور استقلالاً و قصداً مقصد ہفتم میں آتا ہے ہر چند کہ اس مقام میں کل پچیس شبہوں کا جواب مذکور ہے لیکن امید ہے کہ انشاء اللہ

تعالٰی یہی تقریریں قدرے تغیر و تبدل کے ساتھ دوسرے شبہات کی شفاء کے لیے بھی کافی ہوں گی۔ ورنہ اللہ تعالیٰ سلامت رکھے علماء تبلانے کے لیے جابجا موجود ہیں ان سے مراجعت کرلیں۔

مقصد ہفتم

مقصد ہفتم در منع افراط و تفریط فی التقلید و وجوب اقتصاد

جس طرح تقلید کا انکار قابل ملامت ہے اسی طرح اس میں غلو و جمود بھی موجب مذمت ہے اور تعیین طریق حق کے اور پر ثابت ہو چکا ہے کہ تقلید مجتہد کی اس کو شارح و بانی احکام سمجھ کر نہیں کی جاتی بلکہ اس کو مبین احکام اور موضح شرائع و مظہر مراد اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم اعتقاد کرکے کی جاتی ہے پس جب تک کوئی امر منافی در افع اس اعتقاد کا نہ پایا جاوے گا اس وقت تک تقلید کی جاوے گی اور جس مسئلہ میں کسی عالم وسیع النظر ذکی الفہم منصف مزاج کو اپنی تحقیق سے یا کسی عامی کو کسی ایسے عالم سے بشرطیکہ متقی بھی ہو بشہادت قلب معلوم ہو جاوے کہ اس مسئلہ میں راجح دوسری جانب ہے تو دیکھنا چاہیئے کہ اس مرجوح جانب میں بھی دلیل شرعی سے عمل کی گنجائش ہے یا نہیں؟

اگر گنجائش ہو تو ایسے موقع پر جہاں احتمال فتنہ و تشویش عوام کا ہو اور مسلمانوں کو تفریق کلمہ سے بچانے کے لیے اولیٰ یہی ہے کہ اس مرجوح جانب پر عمل کرے۔ دلیل اس کی یہ حدیثیں ہیں۔

حدیث اولؔ ۔ عن عائشۃؓ قالت قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم الم ترأن قومك حین بنوا الکعبۃ اقتصروا عن قواعد ابراھیم فقلت یا رسول اللّٰہؐ الا تردھا علیٰ قواعد ابراھیم فقال لو لا حدثان قومك بالکفر لفعلت الحدیث اخرجہ الستۃ الا ابا داود (تیسیر کلکتہ صفحہ ۲۶۸ کتاب الفضائل باب سادس فصل ثانی)

ترجمہ! ۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ مجھ سے ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم کو معلوم نہیں کہ تمہاری قوم یعنی قریش نے جب کعبہ بنایا تو بنیاد ابراہیمی سے کمی کردی ہے، میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ پھر آپ اسی بنیاد پر تعمیر کرا دیجئے فرمایا کہ اگر قریش کا زمانہ کفر سے قریب نہ ہوتا، تو میں ایسا ہی کرتا۔" روایت کیا اس کو بخاری ومسلم نے، ترمذی اور نسائی اور مالک نے۔

ف :۔ یعنی لوگوں میں خواہ مخواہ تشویش پھیل جاوے گی کہ دیکھو کعبہ گرا دیا اس لیے اس میں دست اندازی نہیں کرتا۔ دیکھئے باوجودیکہ جانب راجح یہی تھی کہ قواعد ابراہیمی پر تعمیر کرا دیا جاتا مگر چونکہ دوسری جانب بھی یعنی ناتمام رہنے دینا بھی شرعاً جائز تھی گو مرجوح تھی۔ آپؐ نے بخوف فتنہ وتشویش اسی جانب مرجوح کو اختیار فرمایا، چنانچہ جب یہ احتمال رفع ہو گیا تو حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے اسی حدیث کی وجہ سے اس کو درست کر دیا گو پھر تعمیر کو حجاج بن یوسف نے قائم نہیں رکھا غرض حدیث کی دلالت مطلوب مذکور پر صاف ہے۔

حدیث دوئمؔ عن ابن مسعود انہ صلی اربعًا فقیل لہ عبت علی عثمان ثم صلیت اربعًا فقال الخلاف شر اخرجہ ابو داود (تیسیر کلکتہ صفحہ ۲۳۶ کتاب الصلوۃ باب ثامن)

ترجمہ ۔ حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے (سفر میں) فرض چار

رکعت پڑھی کسی نے پوچھا کہ تم نے حضرت عثمانؓ پر (قصر کرنے میں) اعتراض کیا تھا پھر خود چار پڑھی آپؓ نے جواب دیا کہ خلاف کرنا موجب شر ہے روایت کیا اس کو ابوداؤد نے

ف ۔ اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ باوجودیکہ ابن مسعود کے نزدیک جانب راجح سفر میں قصر کرنا ہے ۔ مگر صرف شر و خلاف سے بچنے کے لیے اتمام فرمالیا جو جانب مرجوح تھی مگر معلوم ہوتا ہے کہ اس کو بھی جائز سمجھتے تھے بہر حال ان حدیثوں سے اس حدیث کی تائید ہو گئی ۔ کہ اگر جانب مرجوح بھی جائز ہو تو اسی کو اختیار کرنا اولیٰ ہے اور اگر اس جانب مرجوح میں گنجائش عمل نہیں بلکہ ترک واجب یا ارتکاب امر ناجائز لازم آتا ہے اور بجز قیاس کے اس پر کوئی دلیل نہیں پائی جاتی اور جانب راجح میں حدیث صحیح صریح موجود ہے اس وقت بلا تردد حدیث پر عمل کرنا واجب ہوگا اور اس مسئلہ میں کسی طرح تقلید جائز نہ ہوگی ۔ کیونکہ اصل دین قرآن و حدیث ہے اور تقلید سے یہی مقصود ہے کہ قرآن و حدیث پر سہولت و سلامتی سے عمل ہو جب دونوں میں موافقت نہ رہی قرآن و حدیث پر عمل ہوگا ۔ ایسی حالت میں بھی اسی پر جما رہنا یہی وہ تقلید ہے جس کی مذمت قرآن و حدیث و اقوال علماء میں آئی ہے ۔ چنانچہ حدیث ہے ۔

عن عدی بن حاتم قال اتیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم وسمعتہ یقرأ اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون اللہ قال انھم لم یکونوا یعبدونھم ولکنھم کانوا اذا احلوا شیئا استحلوہ واذا حرموا علیھم شیئا حرموہ اخرجہ الترمذی

(تیسیر کلکتہ صـ۹۵ کتاب التفسیر سورۃ براءۃ)

ترجمہ : حضرت عدی بن حاتم سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے حضور میں حاضر ہوا اور آپ کو یہ آیت پڑھتے سنا جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اہل کتاب نے اپنے علماء اور درویشوں کو رب بنا رکھا تھا خدا کو چھوڑ کر اور ارشاد فرمایا کہ وہ لوگ انکی عبادت نہ کرتے تھے لیکن وہ جس چیز کو حلال کہہ دیتے وہ اسکو حلال سمجھنے لگے اور جس چیز کو حرام کہہ دیتے اس کو حرام سمجھنے لگے۔

مطلب یہ ہے کہ ان کے اقوال یقیناً ان کے نزدیک بھی کتاب اللہ کے خلاف ہوتے مگر ان کو کتاب اللہ پر ترجیح دیتے سو اسی کو آیت وحدیث میں مذموم فرمایا گیا اور تمام اکابر و محققین کا یہی معمول رہا کہ جب ان کو معلوم ہوگیا کہ یہ قول ہمارا یا کسی کا خلاف حکم خدا و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہے فوراً ترک کر دیا چنانچہ حدیث میں ہے

عن نمیلة الانصاری قال سئل ابن عمرؓ عن اکل القنفذ فتلا قال لا اجد فیما اوحی الی محرما علی طاعم یطعمه الایة فقال شیخ عنده سمعت ابا هریرة یقول ذکر القنفذ عند رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم فقال خبیث من الخبائث فقال ابن عمر ان کان قال هذا رسول الله صلی الله علیه وسلم فهو کما قال اخرجه ابوداؤد.

(تیسیر کلکتہ ص۴۸ کتاب الطعام باب ثانی فصل اول القنفذ)

ترجمہ۔ نمیلہ انصاری سے روایت ہے کہ کسی نے ابن عمرؓ سے کچھوے کے کھانے کو پوچھا انہوں نے یہ آیت قل لا اجد الخ پڑھ دی جس سے اشارہ کرنا حکم حلت کا تھا ایک معمر آدمی ان کے پاس بیٹھے تھے انہوں نے کہا کہ میں نے ابوہریرہؓ سے سنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کچھوے کا ذکر آیا تو آپؐ نے فرمایا کہ منجملہ خبائث کے وہ بھی خبیث ہے ابن عمرؓ نے فرمایا کہ اگر یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمائی ہے تو حکم یوں ہی ہے جس طرح حضورؐ نے فرمایا۔ روایت کیا اسکو ابوداؤد نے

علماء حنفیہ بھی ہمیشہ اس عمل کے پابند رہے چنانچہ جواب شبہ چہار دہم میں ان حضرات کا امام صاحب کے بعض اقوال کو ترک کر دینا مذکور ہو چکا ہے جس سے منصف آدمی کے نزدیک ان حضرات پر تعصب و تقلید جامد کی اُس تہمت کا غلط ہونا منیقن ہو جاوے گا جس کا منشاء اکثر روایات پر بلا درایت نظر کرنا ہے اور مقصد سوم میں ایسی نظر کا غیر معتمد علیہ ہونا ثابت کر دیا گیا ہے لیکن اس مسئلہ میں ترک تقلید کے ساتھ بھی مجتہد کی شان میں گستاخی و بدزبانی کرنا یا دل سے بدگمانی کرنا کہ انہوں نے اس حدیث کی مخالفت کی ہے جائز نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ انکو یہ حدیث نہ پہنچی ہو یا سند ضعیف پہنچی ہو یا اسکو کسی قرینہ شرعیہ سے ماؤل سمجھا ہو اس لیے وہ معذور ہیں اور حدیث نہ پہنچنے سے انکے کمال علمی میں طعن کرنا بھی بدزبانی میں داخل ہے کیونکہ بعض حدیثیں اکابر صحابہؓ کو کہ جنکا کمال علم مسلّم ہے کسی وقت تک نہ پہنچی تھیں مگر انکے کمال علمی میں اسکو موجب نقص نہیں کہا گیا چنانچہ حدیث میں ہے۔

عن عبید بن عمیرؓ فی قصۃ استیذان ابی موسیٰ علی عمرؓ قال عمر خفی علی ھٰذا من امر النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم الھانی الصفق بالاسواق الحدیث باختصار۔ (بخاری ج ۲ صـ۱۰۹۲)

ترجمہ۔ عبید بن عمیرؓ سے حضرت ابوموسیٰ کے حضرت عمرؓ کے پاس آنیکی اجازت مانگنے کے قصہ میں روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مجھ سے مخفی رہ گیا مجھ کو بازاروں میں جاکر سودا سلف کرنے نے مشغول کر دیا روایت کیا اس کو بخاری نے۔

ف۔ دیکھو اس قصہ میں تصریح ہے کہ حضرت عمرؓ کو اس وقت تک حدیث استیذان کی اطلاع نہ تھی لیکن کسی نے اُن پر کم علمی کا طعن نہیں کیا یہی حال مجتہد کا سمجھو کہ اس پر طعن کرنا مذموم ہے اسی طرح مجتہد کے اس مقلد کو جس کو اب تک اُس شخص مذکور کی طرح اس مسئلہ میں شرح صدر نہیں ہوا۔ اور اس کا اب تک یہی حسن ظن ہے کہ مجتہد کا قول خلاف

حدیث نہیں ہے اور وہ اس گمان سے اب تک اس مسئلہ میں تقلید کر رہا ہے اور حدیث کو رد نہیں کرتا لیکن وجہ موافقت کو مفصل سمجھتا بھی نہیں تو ایسے مقلد کو بھی بوجہ اس کے کہ وہ بھی دلیل شرعی سے متمسک ہے اور اتباع شرع ہی کا قصد رہا ہے بُرا کہنا جائز نہیں اسی طرح اس مقلد کو اجازت نہیں کہ ایسے شخص کو برا کہے جس نے بعذر مذکور اس مسئلہ میں تقلید ترک کر دی ہے کیونکہ ان کا یہ اختلاف ایسا ہے جو سلف سے چلا آیا ہے جس کے باب میں علماء نے فرمایا ہے کہ اپنا مذہب ظناً صواب محتمل خطا اور دوسرا مذہب ظناً خطاء محتمل صواب ہے جس سے یہ شبہ بھی دفع ہو جاتا ہے کہ سب جب حق ہیں تو ایک ہی پر عمل کیوں کیا جائے پس جب دوسرے میں بھی احتمال ثواب ہے تو اس میں کسی کی تضلیل یا تفسیق یا بدعتی وہابی کا لقب دینا اور حسد و بغض وعناد و نزاع و غیبت و سب و شتم و طعن و لعن کا شیوہ اختیار کرنا جو قطعاً حرام ہیں کس طرح جائز ہو گا۔

معنی اہل سنت وجماعت

البتہ جو شخص عقائد یا اجماعیات میں مخالفت کرے یا سلف صالحین کو بُرا کہے وہ اہلسنت وجماعت سے خارج ہے کیونکہ اہل سنت وجماعت وہ ہیں جو عقائد میں صحابہ کے طریقہ پر ہوں اور یہ امور ان کے عقائد کے خلاف ہیں لہذا ایسا شخص اہلسنت سے خارج اور اہل بدعت وہوی میں داخل ہے اسی طرح جو شخص تقلید میں ایسا غلو کرے کہ قرآن وحدیث کو رد کرنے لگے ان دونوں قسم کے شخصوں سے حتی الامکان اجتناب و احتراز لازم سمجھیں اور مجادلہ متعارفہ سے بھی اعراض کریں۔ وھذا ھو الحق الوسط وما عدا ذلک غلط وسقط اللھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ والباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ

خاتمہ

خاتمہ در دلائل بعض مسائل

اس میں چند مسائل جزئیہ نماز کے دلائل حدیث سے لکھے ہیں تاکہ ظاہر ہو جائے کہ مقلدین حنفیہ بھی عامل بالحدیث ہیں اور ان مسائل کے تخصیص کی دو وجہ ہیں۔ اوّل تو یہ کہ ان میں شور و شغب زیادہ ہے دوسرے یہ کہ وسوسہ آسکتا ہے بلکہ ڈالا جاسکتا ہے کہ جس مذہب کی نماز ہی جو کہ افضل العبادات اور روزانہ متکرر الوقوع ہے حدیث کے خلاف ہو اس مذہب میں حق ہونے کا کب احتمال ہو سکتا ہے؟ سو اس سے یہ وسوسہ دفع ہو جائیگا اور ہمارا یہ دعویٰ نہیں کہ ان مسائل میں دوسری جانب حدیث نہیں بلکہ اس کام پر یہ دعوےٰ کرنا بھی ضروری نہیں کہ دوسری جانب مرجوح ہے نہ یہ دعوےٰ ہے کہ ان استدلالات میں کوئی خدشہ یا احتمال نہیں کیونکہ مسائل ظنیہ کے لیے دلائل ظنیہ کافی ہیں اور ایسے احتمالات مضر ظنیت نہیں ہوتے بلکہ مقصود صرف یہ ظاہر کرنا ہے کہ ہم بھی بیراہ نہیں چل رہے تاکہ موافقین تردد سے اور معترضین بدزبانی و بدگمانی سے نجات پاویں اور اگر یہ شبہ ہو کہ جب دوسری جانب بھی حدیث ہے تو تم اس حدیث کے کیوں مخالف ہوئے۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ پھر تو دنیا میں کوئی عامل بالحدیث نہیں اصل یہ ہے کہ جب ایک حدیث کی وجہ سے دوسری حدیث میں مناسب تاویل کر لی جاتی ہے تو اس کی مخالفت بھی باقی نہیں رہتی وہ مسائل معہ دلائل یہ ہیں۔

مسئلہ اولیٰ

مسئلہ مثلین

ایک مثل پر ظہر کا وقت رہتا ہے۔

حدیث ۔ عن ابی ذرؓ قال کنا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی سفر فاراد المؤذن ان یؤذن فقال لہ ابرد ثم اراد ان یؤذن فقال لہ ابرد ثم اراد ان یؤذن فقال لہ ابرد حتی ساوی الظل التلول فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان شدۃ الحر من فیح جھنم۔

بخاری مصطفائی ج ۱ ص ۷۸

ترجمہ:۔ ابوذر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے مؤذن نے ارادہ کیا کہ اذان کہے آپؐ نے ارشاد فرمایا ذرا ٹھنڈا وقت ہونے دے پھر مؤذن نے ارادہ کیا آپؐ نے فرمایا اور ٹھنڈا ہونے دے پھر مؤذن نے ارادہ کیا، آپؐ نے فرمایا اور ٹھنڈا ہونے دے یہاں تک کہ سایہ ٹیلوں کے برابر ہو گیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ گرمی کی شدت جہنم کی بھاپ سے ہے۔ روایت کیا اس کو بخاری نے ۔

ف:۔ وجہ استدلال ظاہر ہے کہ مشاہدہ سے معلوم ہے کہ ٹیلے کا سایہ جس وقت اس کے برابر ہوگا تو اور چیزوں کا سایہ ایک مثل سے بہت زیادہ معلوم ہوگا جب اس وقت اذان ہوگی تو ظاہر ہے کہ عادۃً فراغ صلوۃ کے قبل ایک مثل مصطلح سے سایہ تجاوز کر جاوے گا اس سے ثابت ہوا کہ ایک مثل کے بعد وقت باقی رہتا ہے اور ایک استدلال حدیث قیراط سے مشہور ہے ۔

مسئلہ دوم ۲

وضو کر کے اپنے اندام نہانی کو ہاتھ لگانے سے وضو نہیں ٹوٹتا ؟

حدیث عن طلق بن علیؓ قال سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن مس الرجل ذکرہ بعد ما یتوضأ قال وھل ھو الا بضعۃ منہ رواہ ابوداؤد والترمذی و

والنسائی وروی ابن ماجہ نحوہ (مشکوٰۃ المصابیح ج ۱ ص ۳۳)

ترجمہ :- طلق بن علی سے روایت ہے کہ کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مسئلہ پوچھا کہ کوئی شخص بعد وضو کے اپنے اندام نہانی کو ہاتھ لگا دے ؟ تو آپ نے فرمایا کہ وہ بھی آدمی ہی کا ایک پارہ گوشت ہے (یعنی ہاتھ لگانے سے کیا ہوگا) روایت کیا اس کو ابوداؤد ترمذی اور نسائی نے اور ابن ماجہ نے اس کے قریب قریب

ف - دلالت حدیث کی مسئلہ پر ظاہر ہے ۔

مسئلہ سوم

ناقض نبودن مس زن | عورت کو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا ۔

حدیث عن عائشہ رض قالت کان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقبل بعض ازواجہ ثم یصلی ولا یتوضأ رواہ ابوداؤد والترمذی والنسائی وابن ماجۃ ۔

(مشکوٰۃ المصابیح ج ۱ ص ۳۳)

ترجمہ :- حضرت عائشہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بعض بیبیوں کا بوسہ لے لیتے تھے پھر بدون تجدید وضو نماز پڑھ لیتے ۔ روایت کیا اس کو ابوداؤد اور ترمذی اور نسائی اور ابن ماجہ نے ۔

حدیث دیگر عن عائشۃ قالت کنت انام بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ورجلای فی قبلتہ فاذا سجد غمزنی فقبضت رجلی واذا قام بسطتھما فقالت والبیوت یومئذ لیس فیھا مصابیح متفق علیہ ۔

(مشکوٰۃ المصابیح ص ۶۶)

ترجمہ حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

روبرو سوتی رہا کرتی اور میرے پاؤں آپؐ کی نماز کے رُخ ہوتے تھے۔ جب آپ سجدہ کرتے تو میرا بدن ہاتھ سے دبا دیتے میں اپنے پاؤں سمیٹ لیتی اور جب آپؐ کھڑے ہوتے تو میں پاؤں پھیلا دیتی۔ اور حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ ان دنوں میں گھروں میں چراغ کی عادت نہ تھی روایت کیا اس کو بخاری اور مسلم نے۔

ف پہلی حدیث سے قبلہ اور دوسری حدیث سے لمس کا غیر ناقض وضو ہونا ظاہر ہے۔

مسئلہ چہارم ۴

مسئلہ فرضیت مسح رُبع راس	وضو میں چوتھائی سر پر مسح کرنے سے فرض وضو ادا ہو جاتا ہے البتہ سنّت پورے سر کا مسح ہے

حدیث عن المغیرۃ بن شعبۃ قال ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم توضاء فمسح بناصیتہ الحدیث رواہ مسلم (مشکوٰۃ المصابیح ج ۱ ص ۳۸)

ترجمہ۔ مغیرہ بن شعبہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور اپنے سر کے اگلے حصہ کا مسح کیا۔

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ آپؐ نے پورے سر کا مسح نہیں کیا بلکہ صرف اگلے حصہ کا کیا اور مسح کے معنی ہیں پھیرنا اور اگر ہاتھ سر پر پھیرنے کے لیے رکھا جائے تو بقدر رُبع سر کے ہاتھ کے نیچے آتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ اتنے مسح سے بھی وضو کا فرض ادا ہو جاتا ہے۔

مسئلہ پنجم ۵

مسئلہ عدم اشتراط تسمیہ در وضو	اگر وضو میں بسم اللہ ترک کرے تب بھی وضو ہو جاتا ہے البتہ ثواب میں کمی ہو جاتی ہے۔

حدیث عن ابی ہریرۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من ذکر اللہ تعالیٰ اول وضوئہ طہر جسدہ کلہ واذا لم یذکر اسم اللہ لم یطہر منہ الا موضع الوضوء اخرجہ رزین

تیسیر کلکتہ ص ۲۸ کتاب الطہارۃ باب رابع فصل ثالث ستہ تاسعہ

ترجمہ۔ ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ جو شخص وضو کے شروع میں اللہ کا نام لے تو اس کا تو کل بدن پاک ہو جاتا ہے اور اگر اللہ کا نام نہ لے یعنی بسم اللہ نہ کہے اس کے اعضاء وضو پاک ہوتے ہیں۔

ف۔ سب کا اتفاق ہے کہ وضو میں فرض صرف اعضاء وضو کا دھونا ہے نہ تمام اعضائے بدن کا جب بدون بسم اللہ پڑھے ہوئے اعضائے واجب التطہیر طاہر ہو گئے تو اس کا وضو ادا ہو گیا۔

مسئلہ ششم

مسئلہ عدم جہر بہ تسمیہ در نماز | نماز میں بسم اللہ پکار کر نہ پڑھے۔

حدیث عن انس قال صلیت خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکرؓ وعمرؓ وعثمانؓ فکانوا یستفتحون بالحمد للہ رب العالمین لا یذکرون بسم اللہ الرحمٰن الرحیم فی اول قرأت ولا اخرہا صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۷۲

ترجمہ۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ و حضرت عثمانؓ کے پیچھے نماز پڑھی۔ سب الحمد سے شروع کرتے اور بسم اللہ نہ پڑھتے تھے۔ نہ قراءت کے اول میں نہ آخر میں روایت کیا اس کو مسلم نے۔

ف اس سے صاف معلوم ہوا کہ نہ الحمد میں بسم اللہ پکار کر پڑھی جاتی تھی اور نہ قراءۃ میں

مسئلہ ہفتم

مسئلہ قرأت نبودن خلف الامام امام کے پیچھے کسی نماز میں خواہ سری ہو خواہ جہری نہ الحمد پڑھے نہ سورت پڑھے۔

حدیث عن ابی موسیٰ الاشعری وعن ابی ہریرۃ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واذا قرأ فانصتوا الحدیث مسلم ج ۱ ص ۱۷۴ مشکوٰۃ ج ۱ ص ۷۳ عن ابی داؤد والنسائی وابن ماجہ

ترجمہ ابوموسیٰ اشعریؓ وابوہریرۃؓ سے روایت ہے کہ جب امام نماز میں کچھ پڑھا کرے تو تم خاموش رہا کرو۔ روایت کیا اس کو مسلم اور ابوداؤد اور نسائی وابن ماجہ نے۔

ف اس حدیث میں نہ سری کی قید ہے نہ جہری کی نہ الحمد کی نہ سورۃ کی بلکہ نماز بھی مطلق ہے اور قراءۃ بھی مطلق ہے اس لیے سب کو شامل ہے پس دلالت مقصود پر واضح ہے اور یہ جو حدیث میں آیا ہے لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب یعنی اس شخص کے لیے کہ اکیلا نماز پڑھتا ہو نہ اس شخص کے لیے جو امام کے ساتھ پڑھے اور اس کی تائید اس حدیث موقوف سے ہوتی ہے

حدیث عن ابی نعیم وھب بن کیسان انہ سمع جابر بن عبداللہ یقول من صلی رکعۃ لم یقرأ فیھا بام القرآن فلم یصل الا وراء الامام ھذا حدیث حسن صحیح ترمذی ج ۱ ص ۴۲

ترجمہ ابونعیم وہب بن کیسان سے روایت ہے انہوں نے جابر بن عبداللہ صحابی سے سنا فرماتے تھے کہ جو کوئی ایک رکعت بھی ایسی پڑھے جس میں الحمد نہ پڑھی ہو تو اس کی اندکوئی صورت بجز اس کے نہیں کہ اس نے امام کے پیچھے پڑھی ہے، روایت کیا اس کو ترمذی نے اور حدیث کو انہوں نے حسن صحیح کہا ہے۔

ف:۔ وجہ تائید ظاہر ہے دوسرا جواب حدیث لاصلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب

کا یہ ہے کہ اس میں قراءت عام ہے حقیقیہ اور حکمیہ کو یعنی خود پڑھے یا امام کے پڑھنے
کو اسی کا پڑھنا قرار دیا جاوے اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے۔

حدیث: عن جابرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کان لہ امام فقراءۃ الامام لہ قراءۃ ، ابن ماجہ اصح المطابع ص۶۱

ترجمہ: حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کا امام ہو تو امام کی قراءت گویا اسی شخص کی قراءت ہے۔ روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے

ف: وجہ تائید ظاہر ہے اور اس تاویل کی نظیر کہ رفع تعارض کے لیے قراءت کو عام لے لیا حقیقی اور حکمی کو حدیث میں موجود ہے کہ حضرت کعب نے رفع تعارض کے لیے صلوٰۃ کو عام لے لیا حقیقی اور حکمی کو اور حضرت ابوہریرہؓ نے اس تاویل کی تقریر فرمائی وہ حدیث مختصراً یہ ہے۔ عن ابی ھریرۃؓ فی اتیانہ الطور ولقائہ کما قال کعب ھی آخر ساعۃ من یوم الجمعۃ قبل ان تغیب الشمس فقلت الیس قد سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ویقول لا یصادفہا مومن وھو فی الصلوٰۃ ولیست تلک الساعۃ صلوٰۃ قال الیس قد سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من صلی و جلس ینتظر الصلوٰۃ فھو فی صلوٰۃ حتی تاتیہ الصلوٰۃ التی تلیھا قلت بلیٰ قال فھو کذلک (نسائی مجتبائی ج ۱ ص۲۱۱)

ترجمہ: ابوہریرہؓ سے ان کے کوہ طور پر تشریف لے جانے اور حضرت کعب سے ملنے کے قصے میں روایت ہے کہ کعبؓ نے کہا کہ وہ ساعت قبولیت کی یوم جمعہ کی آخری ساعت ہے غروب آفتاب ہونے سے پہلے ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ میں نے کہا کیا تم نے سنا نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ وہ ساعت قبولیت کسی مومن کو نماز پڑھنے

ہوئے ملی اور حالانکہ یہ وقت نماز کا نہیں ہے حضرت کعبؓ نے جواب دیا کہ تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنا کہ جو شخص نماز پڑھ کر اگلی نماز کے انتظار میں بیٹھا رہے تو وہ اگلی نماز کے آنے تک نماز ہی میں رہتا ہے. میں نے کہا ہاں واقعی فرمایا تو ہے انہوں نے فرمایا بس یوں ہی سمجھو روایت کیا اس کو نسائی نے.

ف نظیر ہونا ظاہر ہے اور یہ جو حدیث میں آیا ہے کہ لا تفعلوا الا بام القرآن فانہ لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بہا. یعنی میرے پیچھے اور کچھ مت پڑھا کرو بجز الحمد کے کیونکہ جو شخص اس کو نہیں پڑھتا اس کی نماز نہیں ہوتی اھ اس سے مقتدی پر فاتحہ کا وجوب نہیں ثابت ہوتا. کیونکہ اس کے معنی یہ ہو سکتے ہیں کہ چونکہ فاتحہ میں یہ شرف ہے کہ نماز کا وجود یا کمال علی اختلاف الاقوال اس کی قرأت پر موقوف ہے گو وہ قرأت حکمیہ ہی کیوں نہ ہو جیسا اوپر گزرا اس شرف کی وجہ سے اس میں بہ نسبت دوسری سورتوں کے یہ خصوصیت آگئی ہے کہ ہم اس کی قرأت حقیقیہ کی بھی اجازت دیتے ہیں اور گو ما زاد علی الفاتحہ بھی موقوف علیہ وجود یا کمال صلوٰۃ کا ہے علی اختلاف الاقوال لیکن اس کی کوئی فرد معین موقوف علیہ نہیں اور فاتحہ بالتعیین موقوف علیہ ہے.

پس غایت ما فی الباب مفید جواز کو ہے اور نہی سے استثنیٰ ہونا اس کے مناسب بھی ہے اور اول حدیث میں جو انصتو صیغہ امر کا ہے وہ مفید نہی عن القراءۃ کو ہے پس حسب قاعدہ اذا تعارض المبیح والمحرم ترجح المحرم جواز کو منسوخ کہا جاوے گا. اب کسی حدیث سے اس مسئلہ پر شبہ نہیں رہا.

مسئلہ ہشتم ۸

مسئلہ عدم رفع بین الصلوٰۃ بجز تحریمہ

رفع یدین صرف تکبیر تحریمہ میں کرے پھر نہ کرے

حدیث: عن علقمۃ قال قال عبد اللّٰہ بن مسعود الا اصلی بکم صلوٰۃ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فصلی فلم یرفع یدیہ الا فی اول مرۃ وفی الباب عن البراء بن عازب حدیث ابن مسعود حدیث حسن (ترمذی ج ۱ ص ۳۶)

ترجمہ: علقمہ سے روایت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ میں تم لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھاؤں پھر نماز پڑھائی اور صرف اول بار میں یعنی تکبیر تحریمہ میں رفع یدین کیا روایت کیا اس کو ترمذی نے اور حدیث کو حسن کہا اور یہ بھی کہا کہ اس مضمون کی حدیث حضرت براء سے آئی ہے

حدیث: عن البراء ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کان اذا افتتح الصلوٰۃ رفع یدیہ الی قریب من اذنیہ ثم لا یعود ابو داؤد (مجتبائی ج ۱ ص ۱۱۶)

ترجمہ حضرت براء سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع فرماتے تو کانوں کے قریب تک رفع یدین کرتے اور پھر نہ کرتے روایت کیا اس کو ابو داؤد نے۔

مسئلہ نہم ۹

مسئلہ اخفاء آمین

آمین جہری نماز میں بھی آہستہ کہے۔

حدیث: عن علقمۃ بن وائل عن ابیہ ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم

قرأ غیر المغضوب علیھم و لا الضالین فقال آمین وخفض بھا صوتہ (ترمذی ج ۱ ص۳۵)

ترجمہ: علقمہ بن وائل اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر المغضوب علیھم و لا الضالین پڑھ کر پست آواز سے آمین فرمائی۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

اور عینی میں ہے کہ اس حدیث کو امام احمد اور ابوداؤد طیالسی اور ابو یعلی موصلی اپنے مسانید میں اور طبرانی اپنے معجم میں اور دارقطنی اپنے سنن میں اور حاکم اپنے مستدرک میں ان لفظوں سے لائے ہیں **واخفی بھا صوتہ** یعنی پوشیدہ آواز سے آمین فرمائی اور حاکم کتاب القرأۃ میں لفظ خفض لائے ہیں اور حاکم نے اس حدیث کی نسبت یہ بھی کہا ہے صحیح الاسناد ولم یخرجاہ یعنی اسکی سند صحیح ہے اور پھر بھی بخاری اور مسلم اس کو نہیں لائے اور ترمذی نے جو اس پر شبہات نقل کیے ہیں علامہ عینی نے سب کا جواب دیا ہے چنانچہ اس کا خلاصہ حاشیہ نسائی مجتبائی ج ۱ ص۱۴۸ میں مذکور ہے۔

مسئلہ دھم

دست بستن زیر ناف | قیام میں ہاتھ زیر ناف باندھے۔

حدیث عن ابی جحیفۃ ان علیا قال من السنۃ وضع الکف علی الکف فی الصلوٰۃ تحت السرۃ

حدیث دیگر عن ابی وائل قال قال ابو ہریرۃ اخذ الکف علی الکف فی الصلوٰۃ تحت السرۃ ابوداؤد۔ نسخۃ ابن الاعرابی ج ۱ ص۱۱۱)

ترجمہ: ابی جحیفہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سنت طریقہ یہ ہے کہ نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ رکھا جاوے اور ابو وائل سے روایت ہے کہ حضرت

ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ ہاتھ کا پکڑنا ہاتھ سے نماز کے اندر ناف کے نیچے ہے۔

روایت کیا ان دونوں حدیثوں کو ابوداؤد نے۔

حدیث دیگر: عن ابی جحیفۃ ان علیاًؓ قال السنۃ وضع الکف فی الصلوٰۃ و یضعھما تحت السرۃ اخرجہ رزین (تیسیر کلکتہ ص۲۲۶ کتاب الصلوٰۃ باب خامس)

ف یہ وہی پہلی روایت ہے وہاں ابوداؤد مخرج تھے یہاں رزین ہیں اور دلالت سب حدیثوں کی مطلوب پر ظاہر ہے۔

مسئلہ یازدہم

مسئلہ ہیئت قعدہ اخیرہ قعدہ اخیرہ میں اسی طرح بیٹھے جیسے قعدہ اولیٰ میں بیٹھتے ہیں۔

حدیث عن عائشۃؓ فی حدیث طویل کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول فی کل رکعتین التحیۃ وکان یفترش رجلہ الیسری وینصب رجلہ الیمنیٰ (مسلم مجتبائی ج ۱ ص۱۹۴)

ترجمہ۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر دو رکعت پر التحیات پڑھتے تھے اور بائیں پاؤں کو بچھاتے تھے اور داہنے پاؤں کو کھڑا کرتے تھے۔ روایت کیا اس کو مسلم نے۔

اس حدیث میں افتراش کی ہیئت میں آپؐ کی عادت کا بیان ہے جو اطلاق الفاظ سے دونوں قعدوں کو شامل ہے اور اقتران جملہ متضمنہ فی کل رکعتین کا مؤید عموم ہونا مزید برآں ہے۔

حدیث دیگر: عن وائل بن حجرؓ قال قدمت المدینۃ قلت لانظرن الیٰ صلوٰۃ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم فلما جلس یعنی للتشھد افترش رجلہ الیسریٰ

وضع يده اليسرى يعنى على فخذه اليسرى ونصب رجله اليمنى قال ابن عيسىٰ

هٰذا حديث حسن صحيح والعمل عليه عند اكثر اهل العلم ترمذی ص ۳

ترجمہ وائل بن حجر سے روایت ہے کہ میں مدینہ آیا تو میں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز دیکھوں گا پس جب آپ تشہد کے لیے بیٹھے تو بایاں پاؤں بچھایا اور اپنا بایاں ہاتھ بائیں ران پر رکھا اور داہنا پاؤں کھڑا کیا روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اکثر اہل علم کے نزدیک اس پر عمل ہے۔

ف ہر چند کہ فعل کے لیے فی نفسہٖ عموم نہیں ہوتا مگر جب قرائن موجود ہوں تو عموم ہو سکتا ہے یہاں ایک صحابی کا نماز دیکھنے کے لیے اہتمام کرنا جس کے لیے عادۃً لازم ہے کہ مختلف نمازیں دیکھی ہوں پھر اہتمام سے اس کا بیان کرنا یہ قرائن ہیں اگر دونوں قعدوں کی ہیئت مختلف ہوتی تو موقع ضرورت میں اس کا بیان کرنا یہ قرائن ہیں اگر دونوں قعدوں کی ہیئت مختلف ہوتی تو موقع ضرورت میں اسکو بیان کرتے کیونکہ سکوت موہم غلطی ہے ان سے ظاہر یہ ہے کہ دونوں قعدوں کی ہیئت بھی ایک تھی

حدیث دیگر عن عبد اللہ ابن عمر عن ابیہ قال من سنۃ الصلوۃ ان تنصب القدم واستقباله باصابعها القبلۃ والجلوس على اليسرى (نسائی ج ۱ ص ۱۷۳)

ترجمہ حضرت عبد اللہ بن عمر کے صاحبزادے اپنے باپ یعنی عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ سنت نماز کی یہ ہے کہ قدم کو کھڑا کرو اور اس کی انگلیاں قبلہ کی طرف متوجہ کرو اور بائیں پاؤں پر بیٹھو۔ روایت کیا اس کو نسائی نے۔

ف یہ حدیث چونکہ قولی ہے اور قول میں عموم ہوتا ہے اس لیے اس کی

دلالت میں وہ شبہ بھی نہیں۔

مسئلہ دوازدہم [۱۲]

مسئلہ در عدم جلسہ استراحت

پہلی اور تیسری رکعت سے جب اٹھنے لگے سیدھا کھڑا ہو جاوے بیٹھے نہیں۔

حدیث۔ عن ابی ھریرۃ قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ینھض فی الصلوٰۃ علی صدور قدمیہ قال ابو عیسیٰ حدیث ابی ھریرۃ علیہ العمل عند اھل العلم ترمذی [۳۹]

ترجمہ۔ ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں اپنے قدموں کے پنجوں پر اٹھ کھڑے ہوتے تھے روایت کیا اس کو ترمذی نے اور کہا کہ ابو ہریرہؓ کی حدیث پر عمل ہے اہل علم کے نزدیک۔

ف دلالت واضح ہے۔

مسئلہ سیزدہم [۱۳]

مسئلہ قضاء سنت فجر بعد طلوع آفتاب

جماعت میں سے جس شخص کی سنت فجر کی رہ جاوے وہ بعد آفتاب نکلنے کے پڑھے۔

حدیث عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من لم یصل رکعتی الفجر فلیصلھا بعد ما تطلع الشمس۔ ترمذی ج ۱ ص ۵۹

ترجمہ۔ ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے فجر کی دو سنت نہ پڑھی ہو وہ بعد آفتاب نکلنے کے پڑھے روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

ف:۔ دلالت ظاہر ہے

مسئلہ چہاردہم ۱۴

مسئلہ سہ رکعت بودن وتر بیک سلام و در قعدہ وقنوت قبل الرکوع ورفع یدین وتکبیر قنوت

وتر تین رکعت ہیں اور دو رکعت پر سلام نہ پھیرے لیکن دو رکعت پر التحیات کے لیے قعدہ کرے اور قنوت رکوع سے پہلے پڑھے اور قنوت سے پہلے دونوں ہاتھ اٹھا کر اللہ اکبر کہے۔

حدیث عن ابی بن کعب قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقرأ فی الوتر بسبح اسم ربک الاعلیٰ وفی الرکعۃ الثانیۃ بقل یا ایھا الکٰفرون وفی الثالثۃ بقل ھو اللہ احد ولا یسلم الا فی اٰخرھن الحدیث۔

حدیث دیگر عن ابی بن کعب ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یوتر بثلث رکعات وفیہ ویقنت قبل الرکوع

حدیث دیگر عن سعید بن ہشام ان عائشۃ حدثتہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان لا یسلم فی رکعتی الوتر۔ نسائی ج ۱ ص ۲۴۸

خلاصہ تینوں حدیثوں کا یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی سہ رکعت پڑھتے تھے اور دو رکعت پر سلام نہ پھیرتے تھے بالکل اخیر میں پھیرتے تھے اور قنوت قبل رکوع کے پڑھتے تھے روایت کیا تینوں احادیث کو نسائی نے۔

حدیث عن عائشۃ فی حدیث طویل کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول فی کل رکعتین التحیۃ مسلم۔ مجتبائی ج ۱ ص ۱۹۴

ترجمہ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر دو رکعت بعد التحیات پڑھا کرتے تھے روایت کیا اس کو مسلم نے۔

ف یہ حدیث مسئلہ یازدہم میں آچکی ہے۔

حدیث اخرج البیھقی وغیرہ عن ابن عمرؓ وابن مسعودؓ رفع الیدین مع التکبیر فی القنوت عمدۃ الرعایۃ لمولانا عبد الحی ص۹۹ طبع اصح المطابع۔

ترجمہ بیہقی وغیرہ نے ابن عمرؓ وابن مسعودؓ سے قنوت میں اللہ اکبر کے ساتھ رفع یدین کرنا روایت کیا ہے۔

ف مجموعہ احادیث سے مجموعہ مطالب ظاہر ہے اور مسلم کی حدیث میں لفظ کل رکعتیں اپنے عموم سے وتر کی اولیین کو شامل ہونے میں نص صریح ہے۔

مسئلہ پانزدہم ۱۵

مسئلہ نبودن قنوت در فجر | صبح کی نماز میں قنوت نہ پڑھے۔

حدیث عن ابی مالک الاشجعی قال قلت لابی یا ابت انک قد صلیت خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکرؓ وعمرؓ وعثمانؓ وعلیؓ ھھنا الکوفۃ نحوا من خمس سنین اکانوا یقنتون قال ای بنی محدث رواہ الترمذی والنسائی وابن ماجہ مشکوۃ شریف ج ۱ ص۱۰۶۔

ترجمہ۔ ابو مالک اشجعی سے روایت ہے کہ میں نے اپنے باپ سے کہا کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور ابوبکرؓ کے اور حضرت عمرؓ کے اور حضرت عثمانؓ کے اور پانچ سال تک یہاں کوفہ میں حضرت علیؓ کے پیچھے نماز پڑھی ہے کیا یہ حضرات قنوت پڑھا کرتے تھے (یعنی نماز فجر میں کیونکہ یہ حدیث اسی میں وارد ہے) انہوں نے کہا کہ بیٹا یہ بدعت ہے۔ روایت کیا اس کو ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے۔

ف ۔ دلالت مدعا پر ظاہر ہے یہ کل پندرہ مسئلے ہیں بطور نمونہ کے لکھ دیئے ہیں اسی طرح بفضلہ تعالےٰ حنفیہ کے دوسرے مسائل بھی حدیث کے خلاف نہیں ہیں مطولات کے مطالعہ سے معلوم ہو سکتا ہے وھٰذا اٰخر ما اردت ایرادہ الاٰن وکان تسویدہ فی العشرۃ الوسطیٰ وتبییضہ فی العشرۃ الاخیرۃ فی رمضان سنہ ۱۳۳۲ھ من الھجرۃ النبویۃ علیٰ صاحبہا مالا یحصی من الصلوٰۃ و التحیۃ فی کورۃ تھانہ بھون صانہا اللہ تعالیٰ عن الشرور والمحن ۔ فقط

اشعار در متابعت فحول ، و اشعار از بشارت قبول

متابعت فحول و بشارت قبول

ہر چند کہ استدلالیات میں اشعار کا لانا ظاہراً بے محل ہے اس لیے مجھ کو ان اشعار کے لانے میں تردد تھا لیکن اختتام تسوید پر منام میں قلب پر وارد ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خندق میں صحابہ کی تنشیط و رفع کے لیے ایک کلام موزوں ارشاد فرمایا تھا جس پر صحابہؓ نے جوش میں آکر شعر پڑھا اور حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے سُنا اس سے معلوم ہوا کہ امر محمود کی ترغیب کے لیے اشعار ذکر کرنا موافق سنت کے ہے احد اس منام سے وہ تردد بھی رفع ہُوا اور ایک دوسرا احتمال بھی کہ مضامین رسالے کے صواب و خطا ہونے کے متعلق کھٹکتا تھا دفع ہوا کیونکہ سنت سے غیر صواب کی تائید نہیں کی جاتی ۔ اور بدیں وجہ کہ استدلال اس پر موقوف نہیں قناعت بھی مضر نہیں چونکہ رؤیاء

بروئے حدیث مبشرات سے ہے اس لیے امید ہے کہ یہ تحریر مقبول ہوگی اور یہ محض حق تعالےٰ کا فضل وکرم ہے ورنہ اس ناکارہ کا کوئی عمل اسکی لیاقت نہیں رکھتا۔ اب اوّل حدیث خندق کی پھر رؤیا کے مبشرات ہونے کی لکھتا ہوں پھر اشعار معہودہ مثنوی معنوی سے نقل کرکے آخر میں لکھتا ہوں۔

حدیث خندق

عن انس رضی قال خرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی الخندق فاذا المهاجرون والانصار یحفرون فی غداۃ باردۃ ولم یکن لهم عبید یعملون ذلك لهم فلما رأی مابهم من النصب والجوع قال اللهم ان العیش عیش الاٰخرۃ فاغفر الانصار والمهاجرۃ فقالوا مجیبین له نحن الذین بایعوا محمدا علی الجهاد ما بقینا ابدا اخرجه الشیخان والترمذی۔

(تیسیر کلکتہ ص۲۳۱ کتاب المغزوات غزوۃ الخندق)

حدیث رؤیا

عن ابی هریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم لم یبق بعدی من النبوۃ الا المبشرات قال الرؤیا الصالحة اخرجه البخاری متصلا ومالك عن عطاء مرسلا وزادیراها الرجل اوتری له۔

(تیسیر کلکتہ ص۸۹ کتاب التعبیر فصل اوّل)

اشعار مثنوی

با ہوا و آرزو کم باش دوست
چوں یضلک عن سبیل اللہ اوست

ایں ہوا را نشکند اندر جہاں
ہیچ چیزے ہمچو سایہ ہمرہاں

آں رہے کہ بارہا تو رفتۂ
بے قلاوز اندراں آشفتۂ

پس رہے را کہ نرفتستی تو ہیچ
ہیں مرو تنہا ز رہبر سر مپیچ!

اندر آور سایۂ آں عاقلے
کش نتاند برد از رہ قافلے

پس تقرب جو بدو سوئے الہ
سر مپیچ از طاعت او ہیچ گاہ

زانکہ او ہر خار را گلشن کند
دیدۂ ہر کور را روشن کند

دستگیر و بندۂ خاص الہ
طالباں را می برد تا پیشگاہ

یار باید راہ را تنہا مرو
از سر خود اندریں صحرا مرو

ہر کہ تنہا نادر ایں رہ را برید
ہم بعون ہمت مرداں رسید

کتبہ

اشرف علی التھانوی الفاروقی الحنفی الچشتی الامدادی غفر لہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دلالۃ بر عقل و اہتداء امام اعظم تلویحات کتاب و سنت و تصریحات اکابر امت

برائے تقویت مقدمہ مذکور جواب شبہ دوم مقصد ششم لقولہ نہ وہ علم و ہدایت سے معرا تھے الخ آیۃ واخرین منہم لما یلحقوا بہم. سورہ جمعہ تفسیر آیۃ سے حدیث وقت نزول آیت کے حضرت ابوہریرہؓ کے تین بار پوچھنے پر حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان فارسیؓ پر ہاتھ رکھ کر ارشاد فرمایا کہ اگر ایمان ثریا پر ہوتا تو کئی شخص پا یا یہ فرمایا کہ ایک شخص ان (اہل فارس) میں سے اس کو لے لیتا۔ بخاری کتاب التفسیر شرح حدیث لقول محدثین حافظ سیوطی نے فرمایا کہ یہ حدیث امام صاحب کی طرف اشارہ کرنے میں اصل صحیح قابل اعتماد ہے علامہ شامی صاحب سیرت تلمیذ سیوطی نے کہا ہے کہ ہمارے استاد یقین کرتے تھے کہ اس حدیث سے امام صاحب کا مراد ہونا اظہر ہے بلاشبہ ہے کیونکہ اہل فارس میں علم کے اس درجہ کو کوئی نہیں پہنچا۔

حدیث علامہ ابن حجر مکی نے روایت کیا ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ عالم کی رونق سنہ ۱۵۰ھ میں اٹھ جاوے گی شرح شمس الدین کردری نے کہا ہے کہ یہ حدیث امام صاحب پر ہی محمول ہے کیونکہ آپ کا اسی سنہ میں انتقال ہوا ہے۔

حدیث سوم مع الشرح۔ محمد بن حفص نے حسن سے انہوں نے سلیمان سے

نقل کیا ہے کہ انہوں نے اس حدیث کی تفسیر میں کہ قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ علم خوب شائع ہو جاوے گا۔ فرمایا ہے یعنی ابوحنیفہ کا علم

برکات صحابہ

امام صاحب کے والد ماجد ثابت اپنے صغر سن میں حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے ان کے اور انکی اولاد کے حق میں دعائے برکت فرمائی ابن حجر نے فرمایا کہ حسب قول امام ذہبیؒ یہ امر صحت کو پہنچے گا کہ امام صاحب نے حضرت انسؓ کو صغر سنی میں دیکھا ہے۔ اور آپ کو اتنا ہوش تھا کہ آپ نے خود فرمایا کہ میں نے حضرت انسؓ کو کئی بار دیکھا ہے اور وہ سرخ خضاب فرمایا کرتے تھے خطیب نے تاریخ بغداد میں بھی امام صاحب کا حضرت انسؓ کو دیکھنا نقل کیا ہے۔ شیخ ولی الدین نے فرمایا کہ امام صاحب کا روایت کرنا صحابہ سے درجہ صحت کو نہیں پہنچا مگر حضرت انسؓ کی رویت سے مشرف ہوئے ہیں۔

پس اگر رویت صحابی پر اکتفا کیا جائے تو امام صاحب تابعی ہیں۔ پس فضیلت آیت والذین اتبعوھم باحسان بھی آپ کو شامل ہوگی۔ اور اگر روایت شرط ہو تو نہیں تاہم خیر القرون الخ کی برکت سے ضرور مشرف ہوں گے۔ اور بعض علماء نے روایت بھی ثابت کی ہے جیسا تبییض الصحیفہ میں ابومشعر عبدالکریم بن عبدالصمد طبری شافعی سے منقول ہے۔

برکات اہل بیت نبوت

مفتاح السعادۃ میں ہے کہ آپ کے والد ثابت کی وفات کے بعد آپ کی والدہ صاحبہ سے حضرت امام جعفر صادق نے عقد فرمایا اور آپ نے حضرت جعفرؓ کی گود میں پرورش پائی

بشارت تابعی بہ نسبت روحانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم | خطیب نے تاریخ میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا خواب حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کھول کر آپ کے استخوان مبارک اپنے سینہ سے لگانا اور حضرت محمد بن سیرین کا آپ کے نشر علم دین میں سب سے زیادہ ہونے کی تعبیر دینا بیان کیا ہے۔

اسماء بعض شیوخ امام صاحب رح

حماد بن سلیمان، سلمہ بن کہیل۔ سماک بن حرب۔ عبداللہ بن دینار، عطاء بن ابی رباح۔ عطاء بن السائب۔ عکرمہ مولیٰ ابن عباس۔ نافع مولیٰ ابن عمر۔ علقمہ بن مرثد۔ محمد بن السائب، محمد بن مسلم بن شہاب الزہری۔ ہشام بن عروہ قتادہ عمرو بن دینار، عبدالرحمٰن بن ہرمز وغیرہم مماذکرہ، حافظ مزی نے تہذیب الکمال، مفتاح السعادت میں چار ہزار بتلائے ہیں۔

بعض رواۃ وتلامذہ، عبداللہ بن مبارک عبداللہ بن یزید مقری، عبدالرزاق بن ہمام، عبدالعزیز بن ابی رواد۔ عبداللہ بن یزید القرشی، ابو یوسف، محمد زفر حسن داؤد طائی۔ وکیع حفص بن غیاث۔ حماد بن ابی حنیفہ وغیرہم مماذکرہم المزی والکفوی۔

اور علامہ سیوطی اور علی قاری نے آپ کے مشائخ وتلامذہ کو لبسط سے لکھا ہے اور چونکہ حسب حدیث المرأ علی دین خلیلہ اصحاب متبوعین وتابعین کے احوال بھی ایک قسم کی علامت ہے لہٰذا شیوخ وتلامذہ کا ایراد مناسب سمجھا گیا۔

اسماء بعض اکابر مادحین امام صاحب از متقدمین و متاخرین کہ مدح شان بحدیث انتم شہداء اللہ فی الارض دلیل شرعی است

امام مالکؒ ۔ امام شافعیؒ ۔ امام احمد بن حنبل ۔ یحییٰ بن معین ۔ علی بن المدینی ۔ شعبہ ۔ عبداللہ بن مبارک ۔ ابو داؤد بن جریح ۔ یزید بن ہارون ۔ سفیان ۔ شداد بن حلیم ۔ مکی بن ابراہیم ۔ یحییٰ بن سعید قطان ۔ اسد بن عمرو ۔ عبدالعزیز بن رواد ۔ سیوطی ۔ ابن حجر مکی ۔ ذہبی ۔ ابن خلکان یافعی ۔ ابن حجر عسقلانی ۔ نووی ۔ غزالی ابن عبد مالکی ۔ یوسف بن عبدالہادی حنبلی ۔ خطیب عبداللہ بن داؤد جویخ صاحب قاموس شمس الائمہ کردری ۔ دمیری ۔ عبدالوہاب شعرانی ۔ طحاوی ۔ سبط ابن الجوزی ۔ وغیرہم ۔

بعض کلمات مدحیہ منقولہ از علماء مذکورین

ابصر ۔ فقیہ ۔ امام ۔ اورع ۔ عامل متعبد ۔ کبیر الشان ۔ معرض عن الدنیا محتاج الیہ فی الفقہ ۔ ثقہ ۔ قائم بالحجہ اعلم افقہ ۔ حافظ سنن و آثار حسن الرائے مجاہد فی العبادہ ۔ کثیر البکاء فی اللیل ۔ اعقل ۔ ذکی سخی ، موثر نقی کثیر الخشوع کثیر الصمت ، دائم التضرع ۔ صاحب الکرامات ۔ عابد ، زاہد ، عارف باللہ مرید وجہ اللہ بالعلم کیت و کیفیت تفقہ ۔

سیوطی نے بواسطہ خطیب کے ابی حمزہ یشکری کا سماع خود امام صاحب سے

نقل کیا ہے کہ حدیث سُن کر دوسری طرف نہیں جاتا ہوں اور صحابہؓ کے اقوال میں ایک کو دوسرے پر اختیار کرتا ہوں اور تابعین سے مزاحمت و مقابلہ کرتا ہوں اور آپ نے بقول خطیب خوارزمی اسی ہزار مسائل سے زیادہ وضع فرمائے۔

وفات بعد برداشت فرمانے ظلم و ایذاء شدید کے جب آثار موت کے ظاہر ہوئے سجدہ میں گر گئے اور اُسی میں وفات فرمائی۔

هٰذا كله من مقدمة الهداية والسعاية والنافع الكبير و التعليق الممجد لمولانا عبد الحی المرحوم اللكهنوی۔

ملخص مرام جب ایسے دلائل قویہ سے امام صاحب کے ایسے فضائل سنیہ ثابت ہوں، پس آپ کے علم و اہتداء میں کیا کلام ہے؟ اور یہی مدار ہے مقتدیٰ فی الدین لائقِ تقلید ہونے کا جو کہ مقصود مقام ہے۔

فقط

ختم شد

قدیمی کتب خانہ، آرام باغ۔ کراچی

علامہ شاہ محمد اسمٰعیل شہیدؒ

کی بلند پایہ تصنیف

ایضاح الحق الصریح

کا مستند اردو ترجمہ

بدعت کی حقیقت
اور
اُس کے احکام

مترجم: معراج محمد بارق

قدیمی کتب خانہ - مقابل آرام باغ - کراچی